نوٹس

شرح الجامي

للشيخ العارف نور الدين عبد الرحمن بن أحمد الجامي

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

شرح جامی نوٹس

ششماہی ثانی

جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ

جھنگ سٹی مدن شاہ

بفیضانِ نظر = بفیضانِ کرم

حضرتِ علامہ مولانا

ابو بلال محمد الیاس

عطار قادری رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

حضرت علامہ مولانا محمد

غلام حسنین عطاری قادری

المدنی مدظلہ العالیہ

فون نمبر ≠

0346-5839296

1

مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط:
کہ فاعل کے حذف کرنے اور مفعول کو اس کے قائم مقام کرنے میں شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ ماضی مجہول اور مضارع مجہول کی طرف متغیر کر دیا جائے فعل سے مراد یہ ہے کہ ہر ماضی مجہول اور یُفعل سے مراد ہر مضارع مجہول ہے خواہ ثلاثی مجرد ہو یا مزید فیہ یا رباعی ہو۔

* جو فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے وہ چار مفاعیل ہیں۔
(۱) عَلِمتُ کا مفعول ثانی۔ (۲) اَعْلَمْتُ کا مفعول ثالث۔ (۳) مفعول لہ۔ (۴) مفعول معہ۔
علمتُ سے وہ فعل مراد ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ جیسے "علمتُ زیداً فاضلاً" یہاں دوسرا مفعول عین اول ہے یعنی دونوں کا مصداق ایک ہے اعلمتُ سے وہ فعل مراد ہے جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہے جیسے "اعلم اللہ زیداً فاضلاً عاقلاً" یہاں تیسرا مفعول عین ثانی ہے یعنی دونوں کا مصداق ایک ہے۔

اب ہر ایک کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔
باب علمتُ کا مفعول ثانی اول کی طرف مسند ہوتا ہے اور باب اعلمتُ کا مفعول ثالث مفعول ثانی کی طرف مسند ہوتا ہے اور دونوں کی اسناد تام ہے۔
اب اگر ان کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنایا جاتا ہے اور فاعل کے قائم مقام کیا جاتا ہے تو یہ مسند الیہ ہوں گے اور وہ اسناد تام ہوتی ہے تو اس صورت میں ایک چیز کی اسناد تام کے ساتھ مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا۔
مفعول لہ بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مفعول لہ کی علت نصب ہے اگر اس کو فاعل کے قائم مقام کر دیا جائے تو اس پر رفع آئے گا اور مفعول لہ ہونا سمجھ میں نہ آئے گا۔

مفعول معہ بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مفعول معہ ایسے مفعول کو

کہتے ہیں جو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہو۔

* اب اگر مفعول معہ کو فاعل کے قائم مقام کیا جائے تو اس کے لئے دو (۲) طریقے ہیں۔

1 مفعول معہ کو اگر واؤ کے ساتھ ذکر کیا جائے تو واؤ عطف کے لئے آتا ہے اور معطوف

ومعطوف علیہ کے درمیان میں مغایرت ہوتی ہے تو چونکہ فاعل فعل کے لئے جزء ہوتا ہے اس

لئے فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے۔

2 مفعول معہ کو اگر بغیر واؤ کے قائم مقام کیا جائے تو اس کا مفعول معہ نہ رہے گا۔

نوٹ: اگر کسی ترکیب میں سب مفاعیل جمع ہو جائیں تو فاعل کے قائم مقام ہونے میں

مفعول بہ کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ اس کے فاعل کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے۔

اگر کسی ترکیب میں مفعول بہ نہ ہو تو پھر فاعل کے قائم مقام ہونے میں سارے

مفاعیل برابر ہیں کسی کو ترجیح نہیں ہوگی۔

اور باب اعطیت کے دو مفعولوں میں سے جس کو چاہے فاعل کے قائم مقام کر دیں

لیکن مفعول اول کو قائم مقام کرنا زیادہ بہتر ہے۔

کیونکہ اس میں فاعلیت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً "اعطی زیدٌ درھماً" میں

زید لینے والا ہے اور درھم کو لیا گیا ہے۔

باب اعطیت کے دونوں مفعول ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

* مبتداء اور خبر میں تلازم ہے جب ایک مذکور ہو تو دوسرا بھی ضرور مذکور ہوگا،

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، اس لئے دونوں کو ایک ہی فصل میں ذکر کیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ ان کو ایک فصل میں جمع کرنے کی یہ ہے کہ یہ دونوں عامل معنوی

میں شریک ہیں یعنی ابتداء میں۔

فاعل کے بارے میں منہ کی ضمیر اور مبتداء وخبر کے بارے میں منہا کی ضمیر لانے کی وجہ؟
منہا ضمیر لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مرجع دور ہے جو کہ مرفوعات ہے اور وہاں مرجع قریب ہے جو کہ مرفوع ہے اس وجہ سے یہاں منہا ضمیر مؤنث لائی گئی تا کہ غفلت کرنے والوں کے لئے مفید ثابت ہو جائیں۔

مبتداء کی تعریف۔ "اَلْمُبْتَدَاءُ ھُوَ الاسم المجردُ عَنِ العَوَامِلِ اللَّفْظِیَّۃِ المُسْنَدُ الیہ" مبتداء وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔

خبر کی تعریف۔ "اَلْخَبَرُ ھُوَ الاسم المُجَرَّدُ عَنِ العَوَامِلِ اللَّفْظِیَّۃِ المُسْنَدُ بہ۔" خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو۔
جیسے "زیدٌ قائمٌ" میں زید اسم ہے اور عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند الیہ ہے لہٰذا یہ مبتداء ہے اور قائم اسم ہے عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند بہ ہے لہٰذا یہ خبر ہے۔

* مبتداء کی ایک دوسری قسم بھی ہے یہ مسند الیہ نہیں ہوتی بلکہ مسند ہوتی ہے اور اس کے بعد والا اسم خبر نہیں بلکہ فاعل قائم مقام خبر کے ہوتا ہے

مبتدا قسم ثانی کی تعریف: وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور ہر وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو (چاہے حقیقۃً اسم ظاہر ہو)
جیسے حرف نفی کی مثال: "ما قائمٌ زیدٌ" ما حرف نفی قائم صیغہ صفت مبتداء، اور زیدٌ اس کی قائم مقام خبر۔
حرف استفہام کی مثال۔ "اقائمٌ زیدٌ" ، ہمزہ حرف استفہام قائم صیغہ صفت مبتداء زیدٌ اس کا فاعل قائم مقام خبر۔
یا حکماً اسم ظاہر ہو اس سے مراد ضمیر منفصل ہے جیسے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ یا ابراھیم کیا تو اعراض کرنے والا ہے میرے معبودوں سے۔ اے ابراہیم اس مثال میں ہمزہ استفہام ہے۔ راغب صیغہ صفت مبتداء ہو کر انت ضمیر منفصل کو رفع دے رہا ہے اور یہ ضمیر منفصل فاعل کا قائم مقام خبر کے ہے، اس ظاہر والی قید سے ضمیر متصل نکل گئی اگر ضمیر متصل کو رفع دینے والا ہو گا تو وہ مبتداء کی قسم ثانی نہیں ہو گا۔ جیسے "ماقائمانِ الزیدان"

"الزیدون" اسم ظاہر مبتداء کی قسم اول ہو اور صیغہ صفت اس کی خبر مقدم ہو ورنہ قائم میں (ھو) ضمیر مفرد ہوگی۔ جو "الزیدان" یا "الزیدون" کی طرف لوٹے گی تو پھر راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں ہوگی۔

مبتداء قسم اول اور قسم ثانی میں فرق:

فرق کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) مبتدا کی دوسری قسم مشتق ہوتی ہے ہر جگہ میں بخلاف مبتداء قسم اول کے۔(۲) مبتداء قسم ثانی حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے بخلاف مبتداء قسم اول کے۔(۳) مبتداء قسم ثانی رفعہ لظاہر بخلاف الاول (۴) مبتداء قسم ثانی مسند بہ ہوتا ہے بخلاف الاول۔

پانچویں بات: مبتداء اور خبر میں عامل کیا ہے؟

"والعامل فیھما معنوی وھو الابتداء" ترجمہ: اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے یعنی مبتداء اور خبر میں عامل ابتداء ہے۔

مبتداء اور خبر کو رفع دینے والا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ ہے ابتداء یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا۔

واما عند غیرھم۔ دو مذہب اور بھی ہیں۔

(۱) سیبویہ کہتے ہیں کہ مبتداء میں عامل ابتداء ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے۔

(۲) بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ مبتداء عامل ہے خبر میں اور خبر عامل ہے مبتداء میں صحیح مذہب اول ہے۔

چھٹی بات: مبتداء میں اصل کیا ہے؟

یہاں اصل مناسب کے معنی میں ہیں اب مطلب یہ ہوگا کہ مبتداء کا مناسب یہ ہے کہ وہ مقدم ہو اور تقدیم کا راجح ہونا اس وقت ہے جب کوئی مانع نہ ہو۔

مبتداء خبر پر لفظ کے اعتبار سے بھی مقدم ہوتی ہے اور مرتبہ کے اعتبار سے تو ہمیشہ مقدم

ہوتی ہے اگر مبتداء خبر سے مؤخر ہو تو یہ تاخیر صرف لفظ کے اعتبار سے ہوتی ہے کیونکہ مبتداء کا مدلول ذات ہوتا ہے اور خبر کی مدلول حال ہے۔

مبتداء کی اصل جب تقدیم ہے تو اس کے لئے دو مثال پیش کی جارہی ہے۔ (۱) ایک مثال میں تقدیم مبتداء جائز ہے کیونکہ اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آئے گا رتبۃً لازم نہ آئے گا اور یہ جائز ہے۔ (۲) دوسری مثال میں تقدیم مبتداء جائز نہیں ہے کیونکہ اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح لازم آیا اور یہ نا جائز ہے۔ جہاں تقدیم مبتداء جائز ہے جیسے "فی دارہ زید" میں زیدٌ مبتداء ہے دارہ میں ضمیر زیدٌ کی طرف راجع ہے اور وہ مقدم ہے۔ اس لئے مرتبہ کے اعتبار سے جب زیدٌ مقدم ہے تو اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آئے گا رتبۃً لازم نہ آئے گا اور یہ جائز ہے جہاں تقدیم مبتداء جائز نہ ہو جیسے "صاحبھا فی الدار" میں ضمیر (ھا) الدار کی طرف راجع ہے جو خبر کی جگہ میں ہے اور ضمیر سے مؤخر ہے لہذا اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح لازم آیا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ساتویں بات: نکرہ کب مبتداء بنے گا؟

مبتداء معرفہ ہوتا ہے کیونکہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو کیونکہ کسی بھی چیز کو پہچاننے کے بعد ہی حکم لگایا جاتا ہے مجہول چیز پر حکم لگانا درست نہیں اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو کیونکہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

نکرہ کس وقت مبتداء بنے گا:

جب نکرہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو نکرہ مبتداء واقع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نکرہ مبتداء موصوف میں صفت کی وجہ سے تخصیص آجائیگی پہلے نکرہ عام تھا، بہت سے افراد کو شامل تھا صفت کی وجہ سے خاص ہو جائیگا، قلت اشتراک ہو جائے گا معرفہ تو نہیں بنے گا مگر معرفہ کے قریب ہو جائے گا جیسے "ولعبدٌ مؤمنٌ خیرٌ من مشرکٍ" آیات کریمہ میں پہلے

2

6

عبد عام تھا مومن اور مشرک سب کو شامل تھا اب غلام مومن پر صادق آئے گا۔ مشرک کو شامل نہیں ہوگا۔ تو اشتراک کم ہو گیا معرف کے قریب ہو گیا تبذا اب ولعبدٌ کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

ترکیب:

ولعبدٌ موصوف مؤمنٌ صفت موصوف صفت مل کر مبتداء خیرٌ اس کی خبر ہے من مشرک جار مجرور ظرف لغو خیر کے ساتھ متعلق ہے۔

اسی طرح نکرہ اس وقت بھی مبتداء واقع ہو سکتا ہے جب صفت کے علاوہ دوسری وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ سے تخصیص ہو جائے۔

کل وجوہ تخصیص چھ ہیں:

(۱) ایک وجہ تخصیص تو صفت ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) متکلم کے علم کے اعتبار سے تخصیص جب نکرہ ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو تو جس کے ساتھ ام متصلہ استعمال ہو رہا ہو اس نکرہ میں بھی تخصیص آجاتی ہے۔ جیسے "ارجلٌ فی الدار ام امراۃٌ" (کیا گھر میں مرد ہے یا عورت) اس مثال میں رجلٌ اور امراۃٌ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتداء ہیں فی الدار خبر ہے۔

سائل یہ جانتا ہے کہ مرد یا عورت میں سے کوئی گھر میں ہے لیکن صرف وہ یہ چاہتا ہے کہ اے مخاطب تو صرف متعین کر کے بتا کہ گھر میں مرد ہے یا عورت تو مخاطب جواب میں رجلٌ یا امراۃٌ کہے گا، ہمزہ استفہام کا ام متصلہ کے ساتھ استعمال تعیین سے سوال کرنے کے لئے ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کے جواب میں رجلٌ کہا جائے گا یا امراۃٌ ہے کہ متعین ہو جائے۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ "رجلٌ فی الدار ام امراۃٌ" میں رجلٌ اور امراۃٌ اگرچہ نکرہ ہیں نکرہ عام نہیں بلکہ علم متکلم کی وجہ سے خاص ہے اس لئے مثال مذکور میں بھی رجلٌ اور امراۃٌ میں تخصیص پیدا ہو گئی اور ان کا مبتداء ہونا صحیح ہو گیا۔

(۳) نکرہ نفی کے تحت میں واقع ہو۔ جیسے "وما احدٌ خیرٌ منک" (ترجمہ: اور

نہیں کوئی ایک بہتر تجھ سے) اس مثال میں احد نکرہ مبتداء ہے کیونکہ اس کے شروع میں ما حرف نفی آیا تو اب اس میں عموم پیدا ہو گیا کیونکہ ضابطہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے لہذا اب ما احد میں احد سے کوئی ایک فرد غیر معین مراد نہیں بلکہ مخاطب کے علاوہ سارے افراد مراد ہیں۔ اس میں تمام افراد کا مجموعہ امر واحد ہو جاتا ہے اور امر واحد مخصص ہوتا ہے اس میں ابہام نہیں رہتا اس لئے اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

اب اگر نکرہ اثبات میں واقع ہو اور اس میں عموم ہو جائے تو وہ بھی مذکورہ تاویل کی بناء پر مبتداء ہو سکتا ہے۔ جیسے "تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ" (ترجمہ: ہر کھجور ٹڈی سے بہتر ہے) یہ حکم کسی خاص کھجور کا نہیں بلکہ ہر کھجور کے لئے عام ہے اس تمرۃ کا مبتداء ہونا صحیح ہے۔

(۴) تقدیم ما حقہ التاخیر کی وجہ سے نکرہ کا مبتداء بننا صحیح ہو گا۔ جیسے "شَرٌّ أَهَرَّ ذاناب" (ترجمہ: شر نے بھوکوایا کتے کو) اس مثال میں شرٌ نکرہ مبتداء ہے نکرہ کا مبتداء بننا صحیح نہیں لیکن چونکہ اس میں تخصیص پیدا ہو چکی ہے لہذا مبتداء بننا صحیح ہے۔ "شرٌ اھر ذاناب" کے معنی وہی ہے جو "ما اھر ذاناب الا شر" کے ہیں ما اھر ذاھاب الا شر میں تو تخصیص ما اور الا کی وجہ سے پائی جاتی ہے کیونکہ ما اور الا سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اور "شرٌ اھر ذاناب" میں تخصیص اس طرح پیدا ہو گئی کہ شرٌ اھر ذاھاب اصل میں اھر شرٌ ذاناب تھا۔

شرٌ اھر کی ھُوَ ضمیر سے بدل ہے یعنی (ھُوَ ضمیر فاعل ہے) اور شر اس سے بدل واقع ہے اور بدل فاعل حکمی ہوتا ہے فاعل کا درجہ فعل کے بعد ہوتا ہے تو جب شرٌ فاعل حکمی کو اھر فعل پر مقدم کر دیں گے تو تقدیم ما حقہ التاخیر سے تخصیص پیدا ہو جائے گی۔

اعلم ان المھر الخ:

کتے کی آواز دو طرح ہے۔ (۱) معتاد (۲) غیر معتاد۔ (۱) معتاد آواز کی پھر دو (۲) قسمیں ہیں۔ (۱) جاننے پہچاننے والے شخص کو دیکھ کر بھونکے اس سے خیر مراد ہے۔ (۲) اجنبی شخص کو دیکھ کر بھونکے اس سے شر مراد ہے۔

اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ کتے کو شر نے بھونکایا ہے نہ کہ خیر نے تو اس میں شر کا اثبات ہے اور خیر کی نفی ہے اسی کو تخصیص کہتے ہیں۔ (۲) اور اگر کتا غیر معتاد آواز سے بھونکے تو اس کا سبب صرف شر ہوتا ہے خیر نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس صورت میں ایک کا اثبات ہے اور اس کے غیر کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ شر کے علاوہ خیر کا احتمال ہی نہیں تو پھر خیر کی نفی کیسے کی جا سکتی ہے۔

تو اس صورت میں تخصیص کے لئے دو طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ (۱) یہاں شَرٌّ کی صفت محذوف ہے اصل میں شَرٌّ عظیمٌ اھر ذاناب ہے تو شرٌّ میں صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آ گئی شرٌّ موصوف عظیمٌ صفت۔ صفت کو حذف کر دیا گیا ہے۔ (۲) یا یہ کہا جائے کہ شرٌّ میں تنوین تعظیم کی ہے جو شر کے عظیم ہونے پر دال ہے تو معنی یہ ہوگا "شرٌّ عظیمٌ لا حقیرٌ اَھَرَّ ذاناب" (بڑے شر نے کتے کو بھونکوایا ہے نہ کہ حقیر شر نے) تو اب شر عام نہ رہا بلکہ خاص ہو گیا ہے۔ لہٰذا مبتداء بننا صحیح ہے۔

(۵) خبر کے مقدم ہونے کی وجہ تخصیص ہو۔ جیسے "فی الدار رجلٌ" (ترجمہ: گھر میں آدمی ہے) اس مثال میں خبر مقدم ہے جو فی الدار ہے۔ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ خبر کا درجہ مبتداء سے مؤخر ہوتا ہے تو جب خبر کو مقدم کر دیں گے تو تقدیم ما حقہ التاخیر سے تخصیص پیدا ہو جائے گی۔

(۶) متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے تخصیص ہو جیسے سلام علیک میں سلام نکرہ مبتداء ہے یہاں سلام نکرہ نسبت الی المتکلم کی وجہ سے مخصص بن چکا ہے لہٰذا اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

نسبت الی المتکلم کی وجہ سے مخصص اس لئے ہے کہ یہ جملہ اسمیہ معدول ہے جملہ فعلیہ سے اصل میں "سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْکَ" تھا سلمت کو حذف کیا گیا اور سلامًا مصدر کے نصب کو رفع سے بدلا گیا تا کہ یہ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف تبدیل ہو جائے اور دوام اور استمراری والا معنی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اس کو مبتداء بنانا ہے اور

مبتداء پر رفع آتا ہے تو معلوم ہوا کہ سلام علیک میں سلام عام نہیں بلکہ وہ سلام ہے جو متکلم کی طرف منسوب ہے اور سلام علیک سلامی علیک کے معنی میں ہے۔ تو نسبت الی المتکلم کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔

فائدہ:

جملہ اسمیہ سے وہ جملہ اسمیہ مراد ہے جو جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا جاتا ہے تو وہ جملہ اسمیہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے۔

هذا هو المشهور الخ:

"هذا هو المشهور الخ" سے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ ماقبل میں جو تخصیص کی تخریج گزر چکی ہے۔ وہ عام نحاۃ کی تھا، بعض نحاۃ کے نزدیک نکرہ کے لئے تخصیص شرط نہیں ہے بلکہ بغیر تخصیص کے نکرہ کو مبتداء بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا دارومدار افادہ پر ہے کہ مخاطب کو اس سے فائدہ حاصل ہو جائے جیسے "کوکب انقض الساعة" چونکہ ہر شخص کو ستارہ ٹوٹنے کا علم نہیں ہوتا اس لئے ہو سکتا ہے مخاطب کو اس کا علم نہ ہو اور متکلم کے کہنے سے علم ہوا ہو اس لئے اس کا مبتداء بنانا صحیح ہے۔

اور "رجل قائم" میں رجل کا مبتداء بنانا صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا علم تو ہر شخص کو ہے کہ کوئی نہ کوئی آدمی دنیا میں کھڑا ہوگا مخاطب کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

وهذا القول اقرب للصواب:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شارح کو بعض نحاۃ وھو ابن الدھنی کی رائے پسندیدہ ہے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں اور پسند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماقبل تخصیصات میں کتنے تکلفات اختیار کرنے پڑتے ہیں اس کا مشاہدہ آپ نے کر لیا اور بعض نحاۃ کی رائے اس سے پاک ہے۔

<u>**آٹھویں بات: خبر کبھی کبھار جملہ بھی ہوتی ہے:**</u>

جیسا کہ خبر مفرد ہوتی ہے اسی طرح جملہ بھی واقع ہوتی ہے۔ پھر جملہ عام ہے خواہ ... مضاف الیہ سے

مل کر مبتداء ثانی فاعل ہے ثم خبر ہے۔ مبتداء اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر یہ خبر ہے مبتداء اول کی۔ یا جملہ فعلیہ ہو جیسے "زیدٌ قَامَ اَبُوْہُ" زیدٌ مبتداء قام فعل ابوہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہوا فعل کے لئے فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ یا جملہ شرطیہ ہو جیسے "زیدٌ ان جاء نی فاکرمتہٗ زیدٌ" مبتدا ان حرف شرط جاء فعل ھو ضمیر در و مستتر فاعل نون وقایہ یا ضمیر متکلم مفعول بہ فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر شرط فا کرمتہ میں فاء جزائیہ اکرمت فعل با فاعل (ہٗ) ضمیر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جزاء، شرط اپنے جزا سے جملہ شرطیہ ہو کر خبر ہے۔ زیدٌ مبتداء کی۔ یا جملہ ظرفیہ ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان ہو یا خواہ قائم مقام ظرف ہو (جار اپنے مجرور سے مل کر قائم مقام ظرف ہوتا ہے۔) جیسے "زیدٌ خلفک" اصل میں زیدٌ استقرّ یاثبت خلفک ہے۔ (زید ثابت ہے تیرے پیچھے) زید مبتدا خلفک مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے استقر یا ثبت فعل محذوف کا فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ ظرف مکان سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جملہ ظرفیہ کو مصنفؒ نے ذکر نہیں کیا اس لئے کہ وہ جملہ فعلیہ میں داخل ہے اسی طرح جملہ شرطیہ بھی جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ میں داخل ہے کیونکہ جملہ شرطیہ اپنی جزاء کے تابع ہوتا ہے اور جزا کبھی جملہ فعلیہ ہوتی اور کبھی جملہ اسمیہ اس لئے جملہ شرطیہ ان دونوں میں داخل ہے۔

لیکن راقم الحروف نے ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس لئے ان دونوں کی تعریفیں بھی ذکر کر لیں۔

خبر جب جملہ واقع ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ مبتداء کی طرف لوٹے کیوں کہ جملہ فی نفسھا ایک مستقل چیز ہے اور خبر کا مبتداء کے ساتھ ربط ہونا ضروری ہے لہذا جملہ خبریہ کو مبتداء کے ساتھ ربط دینے کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے۔ اسی رابط کو عائد کہتے

ہیں۔اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) کبھی ضمیر ہوتی ہے۔جملہ اسمیہ کی مثال۔جیسے "زید ابوہٗ قائم" اور جملہ فعلیہ کی مثال۔جیسے "زیدٌ قام ابوہٗ" میں (ہٗ) ضمیر راجع ہے دونوں جگہوں میں زید کی طرف۔

(۲) اور کبھی الف لام تعریف ہوتا ہے جیسے "نعم الرّجل زیدٌ" نعم فعل الرجل فاعل، فعل فاعل خبر مقدم ہے زید مبتدأ موخر ہے۔اس مبتدأ کے ساتھ خبر مقدم کو ربط دینے والا الرجل کا الف لام ہے۔

(۳) اور کبھی اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھ کر مبتداء کے ساتھ ربط دیا جاتا ہے۔ جیسے "الحاقۃ ماالحاقۃ" الحاقۃ مبتداء ہے اور ما استفہامیہ پھر مبتداء دوسرا الحاقہ اس کی خبر مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔

یہاں دوسرا الحاقۃ اسم ظاہر (ھی) ضمیر کی جگہ آ گیا اصل عبارت یوں تھی "الحاقۃ ماھی" اسی طرح "القارعۃ ماالقارعۃ"

(۴) اور کبھی خبر کا مبتداء کی تفسیر واقع ہونا عائد ہوتا ہے۔جیسے "قُلْ ھو اللہ احد" اس میں ضمیر شان ہے ھو مبتدا ہے اور مبتداء ثانی "اللہ احد" خبر ہے۔مبتداء ثانی کی۔ جو (ھو) مبتدا کی تفسیر ہے مفسّر اور تفسیر کے درمیان ربط ہوتا۔

وقد یحذف الخ:

مبتدا اور خبر کے درمیان جو ربط ہوتا ہے تو جب کوئی قرینہ پایا جائے تو اس کو حذف کر دیتے ہیں۔جیسے "البرُّ الکرُّ بستین دِرْھماً والسمن منوان بدرھم"۔

اصل یوں تھا "البرُّ الکر منہ بستین درھمًا والسمن منوان منہ بدرھم" ان میں منہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ گندم اور گھی کا بیچنے والا فروخت کرتے وقت انہیں کا نرخ بتائے گا کسی دوسری چیز کا نہ بیان کرے گا۔من کے معنی اردو میں (سیر) کے ہیں اور کُر کا معنی (ایک پیمانہ ہے جو بارہ وسق کا ہوتا ہے ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع ہمارے ملکوں میں

تین سیر دس چھٹانک کا ہوتا ہے)۔

خبر اگر ظرف ہو تو پھر ظرف اولاً دو قسم پر ہے۔ (۱) ظرف حقیقی (۲) ظرف مجازی۔ ظرف حقیقی ظرف زمان کو کہتے ہیں۔ ظرف مجازی ظرف مکان اور جار مجرور کو کہتے ہیں۔

ظرف باعتبار متعلق کے دو قسم پر ہے۔

(۱) ظرف لغو (۲) ظرف مستقر۔ ظرف مستقر کے متعلق میں مذاہب ہیں ظرف مستقر کے متعلق میں دو مذہب ہیں۔

(۱) بصریین کے نزدیک ظرف کا عامل فعل نکالا جائے گا کیونکہ فعل ہی کے مقدر ماننے کی صورت میں یہ خبر جملہ بن سکتی ہے یعنی فی الدار کا عامل حَصَلَ فعل ہوگا۔

(۲) کوفیین کے نزدیک فی الدار کا عامل اسم فاعل حاصل نکالا جائے گا۔ کیونکہ خبر میں اصل یہ ہے کہ مفرد ہو اور یہ اسم فاعل کی تقدیر میں ہو سکتا ہے فعل کی تقدیر میں نہیں۔

9 نویں بات: مبتداء کو خبر پر کتنی جگہوں پر مقدم کرنا واجب ہے اور خبر کو مبتداء پر کتنی جگہوں پر مقدم کرنا واجب ہے؟

مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا چار جگہوں میں واجب ہے۔

(۱) مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارۃ الکلام کو چاہتا ہے تاکہ اس کی صدارت باقی رہے جیسے "مَنْ ابوک" سیبویہ کے نزدیک اس مثال میں من حرف استفہام ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ شروع میں آئے مَنْ مبتدا ہے ابوک خبر ہے۔ لیکن بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ ابوک مبتدا ہے مَن خبر ہے لیکن یہ مذہب ضعیف ہے اس وجہ سے اس کو بعض النحاۃ سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو کیونکہ یہ مبتدا ہے اور یہ خبر ہے۔ جیسے "زید المنطلق" اس میں دونوں اسم معرفہ ہیں اور قرینہ موجود نہیں۔ جس سے

ایک کا مبتداء ہونا اور دوسرے کا خبر ہونا معلوم ہو جائے اس لئے متعین کرنا پڑا کیونکہ جو مقدم ہے وہی مبتداء ہے۔

خلافاً للامام الرازی کیونکہ ان کے نزدیک المطلق خبریت کے لئے متعین ہے۔

فلاالتباس اینھما۔

(۳) مبتداء اور خبر دونوں تخصیص میں برابر ہوں جیسے "افضل منک افضل منی" اس مثال میں مبتداء اور خبر تخصیص میں برابر ہیں۔

(۴) خبر مبتداء کا فعل ہو یعنی خبر ایسا کام ہو جو مبتداء سے وجود میں آیا ہو۔ جیسے "زید قام" اس مثال میں قام خبر ہے اور قیام کا وجود زید سے ہوا ہے۔

اس سے پہلے وہ جگہیں تھیں جہاں مبتداء کو مقدم کرنا واجب تھا اور وہ چار تھیں۔ اب ان جگہوں کو بیان کیا جا رہا ہے جہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے اور یہ بھی چار ہیں۔

(۱) جب خبر مفرد ایسی شی کو متضمن ہو جس کے لئے شروع میں آنا ضروری ہے جیسے "این زید" اس مثال میں این استفہام خبر ہے جس کا شروع میں آنا ضروری ہے۔

خبر مفرد سے مراد یہ ہے کہ صورت کے اعتبار سے جملہ نہ ہو خواہ حقیقۃً جملہ ہو جیسا کہ بصریین کا مذہب ہے کہ وہ ظرف کا عامل فعل نکال کر اس کو جملہ کہتے ہیں یا حقیقۃً بھی جملہ نہ ہو جیسا کہ کوفیین کا مذہب ہے۔

(۲) خبر ایسی ہو کہ اگر خبر کو مقدم نہ کیا جائے تو مبتداء کا مبتدا بننا صحیح نہ ہو۔ جیسے "فی الدار رجل" اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۳) مبتداء میں کوئی ضمیر ایسی ہو جو خبر کے متعلق کی طرف راجع ہو۔ جیسے "علی التمرۃ مثلھا زبدًا" اس مثال میں مثلھا زبدًا مبتدا ہے اور علی التمرۃ خبر ہے جس کی طرف مثلھا کی ضمیر (ھا) راجع ہے۔ یا "ام علی قلوب اقفالھا یا فی الدار صاحبھا" وغیرہ۔

(۴) اَنَّ مفتوحہ اپنے اسم و خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتدا اور اس کی کوئی

خبر ہو۔ جیسے "عندی انک عالم" اس مثال میں ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مبتدا مؤخر اور عندی اپنے عامل سے مل کر خبر مقدم ہے۔

دسویں بات: ایک مبتداء کے لئے بہت سی خبریں بھی ہوتی ہیں اور تعدد کی کتنی قسمیں ہیں۔

ایک مبتدا کے لئے بہت سی خبروں کا ہونا جائز ہے کیونکہ مبتدا ہو ذات ہے اور خبر صفت وحال وحکم ہے تو ایک ذات کی کئی صفات واحوال ہو سکتے ہیں اور کئی احکام جاری ہو سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان صفات میں تضاد وتناقض نہ ہو لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے۔ "زید عالم وجاهل" کیونکہ عالم وجاہل میں تضاد وتناقض ہے۔

پھر متعدد خبروں کے ذکر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) عطف کے ساتھ جیسے "زیدٌ عالم وعاقلٌ"۔ (۲) بغیر عطف جیسے "زیدٌ عالم عاقلٌ"

فائدہ:

مبتداء متعدد ہو اور خبر واحد ہو یہ بھی جائز ہے مگر قلیل ہے۔ جیسے "زید عمرو رجلان"

گیارہویں بات: مبتداء اور خبر کے مشترکہ احکام:

مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہو تو اس وقت خبر جزا کے مشابہ ہوگی۔ اس لئے خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے۔ معنی الشرط سے کیا مراد ہے؟:

شرط کے معنی سے مراد یہ ہے کہ اول ثانی کے وجود کے لئے سبب ہو یا ثانی کے ساتھ حکم لگانے کا سبب ہو۔ (۱) مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اور اس وجہ سے اس کی خبر پر فاء آتا ہے۔ مشہور صورتیں دس ہیں۔

(۱) مبتدا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے "الذی یاتینی فله درهم"

(۲) مبتدا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے "الذی فی الدار فله درهم"

(۳) موصوف بالموصول بالفعل۔ جیسے "قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم"

(۴) موصوف بالموصول بظرف۔ جیسے "ان العبد الذی فی المسجد فله درھم
(۵) مبتدا ایسا نکرہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے " کل رجل یقول الحق فشجاع کل رجل یاتینی فله درھم"
(۶) مبتداء ایسا نکرہ ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے قولہ علیہ السلام "کل دم فی الجاھلیة فھو موضوع تحت قدمی"
(۷) مبتدا ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے "کل غلام رجل یاتینی فله درھم"
(۸) مبتدا ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے " کل غلام رجل فی الدار فله درھم"
(۹) نکرہ محض مضاف الیہ واقع ہو جائے لفظ کل کا۔ جیسے " کل تقی ونقی فھو الحی"
(۱۰) مبتداء واقع ہو جائے اما کے بعد۔ جیسے " اما الوالد فرحیم"

"ولیت ولعل"

اگر ایسے مبتدا پر داخل ہو جائیں گے تو پھر اس کی خبر پر فاء نہ آئے گی۔ کیونکہ مبتدا شرط کے مشابہ ہوتا ہے اور خبر جزاء کے مشابہ ہوتا ہے تو یہ مشابہت ختم ہو جائے گی کیونکہ شرط و جزا اخبار کے قبیل سے ہیں۔ اور لیت ولعل انشاء کی قبیل سے ہیں تو اخبار و انشاء دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لیت ولعل کی خبر پر فاء داخل نہیں ہوتا ہے۔ یہ نحاۃ کا اتفاقی فیصلہ ہے اس وجہ سے "لیت ولعل الذی یاتینی او فی الدار فله درھم" نہ کہا جائے گا۔

لیت ولعل کے حکم میں بعض حضرات نے اِنَّ مکسورہ کو بھی داخل کیا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ ان کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ اِنَّ کی خبر پر فاء ہے۔

جیسے " اِنَّ الذی کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم " اس آیات میں فلن یقبل اِنَّ کی خبر ہے اور اس میں فاء داخل ہے۔

بعض حضرات نے اَنّ مفتوحہ اور لکن کو بھی لیت و لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

مصنفؒ نے اِنَّ مکسورہ کو الحاق کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ اِنَّ بالکسرہ کو لیت ولعل کے ساتھ لاحق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قول کا احترام کرتے ہوئے ایسا کیا حالانکہ ان کی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا قول اس پر شاہد ہے۔

اَنَّ بالفتح کا مانع نہ ہونا بھی اللہ پاک کے قول "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ" سے ثابت ہے۔ اور لکن کے مانع نہ ہونے پر شاعر کا یہ قول ہے۔

فو اللہ ما فارقتکم قالیًا لکم ولکن مایقضی فسوف یکون

آیت میں فَاَنَّ لِلّٰہِ خبر ہے اور اس پر فا داخل ہے۔ شعر میں فسوف یکون خبر ہے اور اس پر فاء داخل ہے۔ ترجمہ: خدا کی قسم میں نے تم سے جدائی کسی دشمنی کی وجہ سے اختیار نہیں کی بلکہ بات یہ ہے کہ خدا کا فیصلہ کوئی ٹال نہیں سکتا مقدر میں جدائی لکھی تھی وہ ہو کر رہی۔

بارھویں بات: مبتداء کا حذف:

مبتداء کو کبھی قرینہ لفظیہ یا عقلیہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے یہ حذف دو طرح ہے۔ (۱) جوازاً۔ (۲) وجوباً۔ مبتدا کا حذف جوازاً و وجوباً اس وقت کر دیا جاتا ہے جب[1] صفت کو موصوف سے جدا کر کے اس پر رفع دیا جائے۔ وجوبا کی مثال۔ جیسے " الحمدللہ اھل الحمد" اس میں "اھل الحمد" لفظ اللہ کی صفت ہے جس پر جر آنا چاہئے مگر موصوف سے اس کو جدا کر کے مرفوع پڑھا گیا ہے۔ اس کی تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ "ھو اھل الحمد" دوسری مثال " الحمدللہ رب العالمین" (بالرفع) یہ خبر ہے مبتداء محذوف کے لئے "ای ھو رب العالمین"

جوازاً کی مثال مستہل کا مقولہ " الھلال واللہ " اس مثال میں " الھلال واللہ " سے پہلے ہذا مبتدا محذوف ہے جس کو قرینہ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

ایک اعتراض ہوتا ہے کہ مبتداء محذوف کی مثال کے لئے تو صرف الھلال کافی ہے واللہ لانے کی کیا ضرورت؟

الھلال خبر ہے اور ہذا مبتدا محذوف ہے و اللہ

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔(۱) چاند دکھانے والوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے موقع پر قسم کھایا کرتے تھے ان کی عادت کی بناء پر اس کو لائے ہیں۔(۲) یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر لفظ واللہ نہ لاتے تو الھلال پر وقف ہوتا اور وہ ساکن ہوتا تو یہ وہم ہوسکتا کہ الھلال کو ابصرت فعل محذوف کا مفعول سمجھا جاتا اور اصل عبارت اس کے نزدیک ابصرت الھلال ہوتی تو واللہ لا کر اس وہم کو دور کر دیا۔ مبتداء واقع ہو۔ استفہام کے جواب میں ۔جیسے "وما ادراک ما الحطمۃ نار اللہ ای ھی نار اللہ" ومثلہ واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فی سدر مخضود ای ھم فی سدر مخضود "۔

وقول الشاعر

قال لی کیف انت قلتُ علیلٌ سھر دائم وحزن طویل ای انا علیل

وبعد فا ءالجواب ۔جیسے "من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ای فعملہ لنفسہ واساتہ علیھا"۔

<u>تیرہویں بات: خبر کس وقت حذف ہوتی ہے؟</u>

خبر کا حذف جوازاً اور وجوباً دونوں طرح ہوتا ہے۔ جوازاً ایک (۱) جگہ ہے اور وجوباً چار جگہیں ہیں۔

اگر قرینہ صرف موجود ہو خبر کا کوئی قائم مقام نہ ہو تو خبر کو جوازاً حذف کر دیا جائے گا۔ جیسے " خرجت فاذا السبع " اس مثال میں خبر واقف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ۔" خرجت ففی وقت خروجی السبع واقف "اس صورت میں اذا مفاجات زمانی کے لئے ہوگا جیسا کہ صاحب اللباب کا قول ہے اور اگر اذا مفاجات مکانی کے لئے ہو تو تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ " خرجت ففی مکانی السبع " اس صورت میں خبر محذوف نہ ہوگی۔ جیسا کہ مبرد کا قول ہے۔

اور اگر قرینہ بھی ہے اور خبر کا کوئی قائم مقام بھی ہو۔ تو وہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے۔ تو اس کی چار جگہیں ہیں ۔(۱) لولا کے بعد مبتدا ہو اور لولا کی خبر افعال عامہ میں سے

ہو۔ جیسے "لولا زید لکان کذا" یہاں قرینہ خود لولا ہے۔ لکان کذا اس کے قائم مقام ہے۔ افعال عامہ کون۔ ثبوت۔ وجود۔ حصول۔ اگر خبر افعال سے نہ ہو افعال خاصہ میں سے ہو تو پھر حذف واجب نہیں جیسے امام شافعیؒ کے اس قول میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔

ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم الشعر من لبید

اس میں الشعر مبتدا ہے اور یزری اس کی خبر موجود ہے کیونکہ افعال عامہ سے نہیں ہے۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے۔

لولا خشیۃ الرحمن عندی جعلت الناس کلھم عبیدی۔

دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر اللہ پاک کا خوف مجھ کو نہ ہوتا تو تمام لوگوں کو میں اپنا غلام بنا لیتا۔

اور اگر شعر گوئی علماء کو عیب نہ لگاتی تو میں آج لبید سے بڑھ کر شاعر ہوتا۔ حضرت لبیدؓ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ بہت فصیح و بلیغ شاعر ہیں۔

لولا کے بعد مبتداء کا ہونا اور اس کی خبر کا واجب الحذف ہونا۔ بصریین حضرات کا مذہب پر ہے ان کے علاوہ دو اور مذہب ہیں۔

(۱) امام کسائیؒ (۲) امام فراءؒ

امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ لولا کے بعد جو اسم ہوتا ہے وہ مبتداء نہیں ہوتا فاعل ہوتا ہے فعل محذوف کا تقدیر عبارت "لولا وجد زید" ہے۔

امام فراءؒ فرماتے ہیں کہ لولا اسماء افعال میں سے ہے لہذا وہ خود اس اسم کے لئے رافع ہوگا ان کے نزدیک لولا وجد کے معنی میں ہوگا۔ وجد لولا کے لئے فاعل ہے۔

(۲) ② مبتداء مصدر ہو خواہ (۱) حقیقۃً یا (۲) تاویل کے بعد مصدر ہو اور اس مصدر کی نسبت فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف ہو پھر اس کے بعد کوئی اسم ہو جو فاعل یا مفعول یا دونوں سے حال واقع ہو۔ یا (۳) ③ مبتداء اسم تفضیل ہو جس کی اضافت مصدر کی طرف ہو (۴) ④ یا مصدر تاویل کی طرف ہو۔ ان صورتوں میں خبر کا حذف واجب ہے۔ مزید تفصیل

شارح نے خود کتاب میں کی ہے۔(۵) یا مبتداء کی خبر افعال عام میں سے ہو۔

(۳) مبتداء کی خبر مقارنت کے معنی پر مشتمل ہو اور مبتدا پر کسی اسم کا عطف ایسے واو کے ذریعہ کیا جائے جو مع کے معنی میں ہو۔ جیسے کل رجل وضیعۃ اس مثال میں کل رجل پر وضیعۃ کو بمعنی مع واو کے ذریعہ سے عطف کیا گیا ہے تو چونکہ واو بمعنی مع خبر یعنی مقرون پر دلالت کرتا ہے اور معطوف، معطوف علیہ کے قائم مقام ہے اس لئے قرینہ اور قائم مقام دونوں موجود ہیں، ان تین شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے خبر کو حذف کردیا جائے گا مقارنت عطف۔ واو بمعنی مع۔ جیسے "کل رجل وضیعۃ ای کل رجل مقرونٌ وضیعۃ"

(۴) جب مبتداء مقسم بہ ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو جیسے "لَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنَّ کذا" اس کی اصل لعمرک قسمی لافعلن کذا ہے۔ لعمرک مبتدا ہے جس کی قسم کھائی جارہی ہے اور لفظ قسمی خبر ہے اس کو حذف کردیا گیا ہے اس لئے (لام) قسم پر دلالت ہے جو قرینہ ہے اور جواب قسم اس کا قائم مقام ہے تو قرینہ اور قائم مقام دونوں کے پائے جانے کی وجہ سے خبر کا حذف واجب ہوگیا۔ ترکیب لعمرک لام ابتدائیہ تاکیدیہ عمرک مضاف مضاف الیہ مبتداء اور خبر حذف شدہ ہے لفظ قسمی بمعنی ما اقسم بہ کے ساتھ۔

<u>قولہ خبر اِنَّ واخواتھا الخ:</u>

جب مصنف "مرفوعات" کی قسم ثالث اور رابع کی تعریف اور احکام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب مرفوعات کی قسم خامس کو بیان کرتے ہیں۔ قسم خامس خبر انّ واخواتھا ہے۔

خبر انّ واخواتھا میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

(۱) انّ واخواتھا کے عامل ہونے میں اختلاف

(۲) ان حروف کا نام کیا ہے اور کتنے ہیں؟

(۳) ان کی تعریف کیا ہے؟

(۴) ان حروف کا معاملہ احکام، اقسام و شرائط میں خبر مبتدا کی طرح ہے۔

(۵) ان حروف کی مشابہت مبتداء اور خبر کے علاوہ کسی چیز میں نہیں ہے۔

پہلی بات: اِنَّ واخواتھا کے عامل ہونے میں اختلاف:

بصریین اور کوفیین کے درمیان میں اختلاف ہے۔ بصریین کہتے ہیں کہ خبر اور مبتداء پر جب یہ حروف داخل ہوتے ہیں تو خبر مرفوع ہوگا اور مبتدا اسم، منصوب ہوگا کیونکہ اِنَّ واخواتھا کی خبر مرفوعات کی مستقل قسم ہے۔ کوفیین کہتے ہیں کہ اِنَّ اور اس کے اخوات صرف اسم میں عامل ہیں کیونکہ خبر جس طرح پہلے عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع تھی ان حروف کے داخل ہونے کے بعد بھی عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع رہے گی۔ ان حروف کا اثر خبر میں نہ ہوگا۔

لیکن شارح کو بصریین کا مذہب مختار تھا اس لئے علی المذہب الاصح کہا۔

شارح فرماتے ہیں کہ ان حروف کے داخل ہونے سے پہلے خبر پر رفع عامل معنوی کی وجہ سے تھا جیسا کہ مبتدا پر رفع عامل معنوی کی وجہ سے تھا لیکن جب یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوئے تو دونوں پر ان ہی حروف کا اثر ہوگا، عامل معنوی کا اثر دونوں سے ختم ہو جائے گا۔

لہٰذا اب خبر پر رفع ان حروف کی وجہ سے آئے گا نہ کہ عامل معنوی کی وجہ سے۔

دوسری بات: ان حروف کا نام کیا ہے اور کتنے ہیں؟

ان حروف کا نام حروف مشبہ بالفعل ہے ان حروف کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہ ہیں۔ لفظاً ومعناً اور عملاً اور یہ چھ حروف ہیں۔ جیسا کہ آئے ہیں ناظم کے اس قول میں

اِنَّ بِاَنَّ کَاَنَّ لیت لٰکن لعل ناصب اسمند رافع در خبر ضد ماولا

لفظی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ایسے ہیں کہ بعض کے اندر تین (۳) حروف ہیں۔ جیسے "اِنَّ، اَنَّ، لیت" اور بعض کے اندر چار (۴) حروف ہیں۔ جیسے "لعل، کاَنَّ، لٰکنَّ"

معنوی مشابہت یہ ہے کہ اِنَّ اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہے اور یہ ماضی ہے۔ کاَنَّ تشبّھتُ

21

کے معنی میں ہے اور یہ ماضی ہے، لَیْتَ تَمَنَّتُ کے معنی میں ہے اور یہ ماضی ہے۔ لعلّ ترجیتُ کے معنی میں ہے اور یہ ماضی ہے۔ لکنّ استدراکتُ کے معنی میں ہے اور یہ ماضی ہے۔

عمل میں مشابہت یہ ہے کہ جیسے فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہوتا ہے ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتا ہے، اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں، ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتے ہیں۔ اور جب ان کی مشابہت فعل کے ساتھ ہوتی ہے تو ان کا عمل بھی فعل کے ساتھ مشابہ ہوگا، اور قاعدہ یہ ہے۔ کہ مشبہ فرع ہے مشبہ بہ کا اس لئے ان کا عمل بھی فرع ہونا چاہئے۔

فعل کا دو طرح عمل ہوتا ہے۔ (۱) اصلی (۲) فرعی

(۱) اصلی عمل یہ ہے کہ مرفوع پہلے ہو منصوب بعد میں۔ جیسے فاعل پہلے مفعول بعد میں۔ مثال "ضرب زیدٌ عمرواً"

(۲) فرعی عمل یہ ہے کہ منصوب پہلے ہو مرفوع بعد میں ہو۔ جیسے مفعول پہلے فاعل بعد میں مثال "ضرب عمرواً زیدٌ"۔

اس لئے ان حروف کا عمل فرعی ہونے کی وجہ سے پہلے منصوب لایا جائے گا جو انّ کا اسم ہوگا اور مرفوع کو بعد میں لایا جائے گا جو انّ کی خبر ہوگی۔

تیسری بات: ان حروف کی تعریف کیا ہے؟

جو ان حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔ جیسے "اِنَّ زیداً قائمٌ" اب قائم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

چوتھی بات: وامرہ کامر الخبر المبتداء الخ:

ان حروف کا معاملہ احکام، اقسام و شرائط میں اس طرح ہے مبتداء کی خبر طرح ہے۔

انّ وغیرہ کی خبر۔ مبتداء کی خبر کے مشابہ ہے اور یہ مشابہت احکام، اقسام، شرائط سب ہی امور میں ہے۔ (۱) جس طرح مبتدا کی خبر کی قسمیں ہیں کہ وہ مفرد و جملہ، معرفہ، نکرہ ہوتی ہے، اسی طرح انّ کی خبر کا حال ہے۔ (۲) جس طرح مبتدا کی خبر کے احکام ہیں کہ وہ کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد اور کبھی موجود ہوتی ہے، تو کبھی محذوف اسی طرح ان حروف کی خبر کا

حال ہے۔ (۳) اور إنّ وغیرہ کی خبر کے لئے بھی وہ شرطیں ہیں جو مبتدا کی خبر کے لئے ہیں مثلاً جب خبر جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہے جس سے ان حروف کے اسم کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے۔ جیسے مبتداء کی خبر اگر جملہ ہوتی ہے تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور یہ عائد بغیر قرینہ کے حذف نہ کیا جائے گا۔

پانچویں بات: الا فی تقدیمه الخ:

إنّ وغیرہ کی مشابہت مبتداء اور خبر کے علاوہ کسی چیز میں مشابہ نہیں ہے۔

وہ یہ ہے کہ مبتدأ کی خبر خود مبتدا پر مقدم ہو سکتی ہے لیکن ان حروف مشبہ بالفعل کی خبر ان کے اسم پر مقدم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان حروف کا عمل فعل کے عمل کی فرع ہے۔ اور عمل فرعی میں ترتیب یہ ہے کہ منصوب پہلے ہوگا اور مرفوع بعد میں اور حروف مشبہ بالفعل عمل میں ضعیف ہے لہٰذا ان کے عمل کی جو ترتیب ہے وہ یہ ہے کہ منصوب پہلے ہو اور مرفوع بعد میں ہو۔ اگر یہ ترتیب ہے تو عمل کریں گے ورنہ نہیں۔

الا ان یکون الخبر ظرفًا الخ:

ہاں اگر ان حروف کی خبر ظرف ہو تو ان حروف کے اسم پر مقدم ہو سکتی کیونکہ ظرف کلام میں کثرت سے واقع ہوتا ہے تو نحویوں کے ہاں ظرف بمنزلہ محرم کے ہے محرم وہاں داخل ہوتا ہے جہاں غیر محرم داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر حروف مشبہ بالفعل کا اسم معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کا اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے " إنّ فی الدار زیداً یا إنّ الینا ایابهم " اور اگر اسم نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو تو اسم پر مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے " إنّ من البیان لسحراً وإنّ من الشعر لحکمةً" وبقوله تعالیٰ " ان مع العسر یسرا إنّ لدینا انکالاً"

ان امثلہ میں (۱) الینا، (۲) من البیان، (۳) فی الدار، (۴) من الشعر، (۵) مع العسر، (۶) لدینا " یہ خبر واقع ہیں اور اسم پر مقدم ہیں۔ اور یہ تقدیم ظرف کی وجہ سے ہے۔

خبر لا التی لنفی الجنس الخ:

مرفوعات کی چھٹی قسم لانفی الجنس کی خبر ہے۔ لائے نفی جنس میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔ (۱) لانفی الجنس کی تعریف۔ (۲) لانفی الجنس کی خبر کو حذف کرنا۔

پہلی بات: لانفی جنس کی تعریف:

لانفی جنس کی تعریف یہ ہے کہ لانفی جنس کی خبر وہ اسم ہے جو مسند ہو "لا" کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے "لا غلام رجل ظریف فیھا"۔ لائے نفی جنس کا عمل اسی طرح ہے جیسا کہ انّ وغیرہ کا اسم منصوب ہوتا ہے اور خبر مرفوع ہوتی، "وانما عدل عن المثال المشھور وھو قولھم" ہے۔ "لا رجل فی الدار الخ" لائے نفی جنس کی خبر کی مشہور کی مثال "لا رجل فی الدار" ہے اس سے عدول کر کے نئی مثال "لا غلام رجل ظریف فیھا" پیش کی اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ مشہور مثال میں خبر کا التباس صفت سے لازم آتا تھا کیونکہ اس میں احتمال تھا کہ "فی الدار کائن" کے متعلق ہو کر رجل کی صفت ہو اور خبر محذوف ہو تو چونکہ مثال مشہور اپنے ممثل لہ میں نص نہیں ہے اس لئے اس سے عدول کر کے ایسی مثال بیان کی جس میں خبر کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال نہیں۔

دوسری بات: لائے نفی جنس کی خبر کا حذف

(۲) لا کی خبر جب افعال عامہ میں سے نہ ہو تو اس خبر کو کثرت سے حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ لانفی کے لئے ضروری ہے کہ کوئی شئی ہو جس کی نفی کی جائے ورنہ نفی کی تحقق نہ ہوگی تو چونکہ نفی منفی پر دلالت کرتی ہے اس لئے اگر ذکر نہ کریں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ جیسے "لا الہ الا اللہ" یہاں لاء کی خبر موجود محذوف ہے اصل عبارت یوں تھی۔ "لا الہ موجودٌ الا اللہ"

فائدہ:

وبنو تمیم لا یثبتونہ الخ

لائے نفی جنس کی خبر کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے لیکن بنو تمیم حضرات کے بارے میں دو

(۲) باتیں ہیں۔ (۱) لائے نفی جنس کی خبر کو تو مانتے ہیں لیکن لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک اس لائے نفی جنس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

(۲) لائے نفی جنس کی خبر نہ لفظاً اور نہ تقدیراً مانتے ہیں بلکہ لائے نفی جنس دراصل اسم فعل ہے انتفی کے معنی میں اس وجہ سے اس کا اسم بمنزلہ فاعل کے ہے جس کے ساتھ وہ تام ہو جائے گا خبر کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

اسم ما و لا المشبهتین بلیس الخ:

ما و لا المشبہتین بلیس میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

(۱) ماولا کی مشابہت لیس کے ساتھ (۲) ماولا کی تعریف وعمل

(۳) ماولا میں فرق۔

(۴) ماولا کے عمل کرنے میں اہل حجاز اور بنو تمیم کا اختلاف

پہلی بات: ماولا کی مشابہت لیس کے ساتھ:

ماولا لیس کے ساتھ مشابہ ہے دو چیزوں میں:

(۱) معنی نفی میں۔ (۲) عمل کرنے میں۔ (۱) جیسے لیس نفی کے معنی کے لئے آتا ہے اسی طرح ماولا بھی نفی کے معنی کے لئے آتے ہیں۔ (۲) جیسے لیس مبتداء وخبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ (اسی طرح ماولا بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔) لیس کی مثال "لیس زیدٌ قائماً"، ما کی مثال "ما زیدٌ قائماً"، لا کی مثال "لا رجلٌ قائماً"

دوسری بات: ما و لا مشبہتین بلیس کی تعریف وعمل:

ما و لا مشبہتین بلیس وہ ہے جو مسند الیہ ہوان کے داخل ہونے کے بعد۔ عمل ماولا کا یہ ہے کہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔

تیسری بات ما و لا میں فرق:

ماولا میں فرق تین وجہ سے ہے۔ (۱) لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے اور ما معرفہ ونکرہ دونوں کو شامل ہے۔ (۲) لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور ما نفی حال کے لئے آتا ہے۔ (۳)

لا کی خبر پر باء کا داخل ہونا جائز نہیں اور ما کی خبر پر باء کا داخل ہونا جائز ہے۔

فائدہ:

اسی وجہ سے ما کی مشابہت لیس کے ساتھ زیادہ ہے بخلاف لا کے کیونکہ لیس بھی نفی حال کے لئے آتا ہے اور لیس کی خبر پر بھی باء کا داخل ہونا جائز ہے جیسا کہ ما میں دو باتیں ہیں۔

لہٰذا لیس کا عمل لا میں شاذ یعنی قلیل ہے البتہ لا کا عمل مورد سماع پر محدود رہے گا۔ جہاں کلام عرب میں اس کا عمل سنا گیا ہے وہیں عمل کرے گا دوسری جگہ نہیں۔ جیسے مندرجہ ذیل شعر میں لا کو عمل دیا گیا ہے۔

من صد عن نیرانہا   فانا ابن قیس لا براح ای لا براح لی

اس شعر میں براح لا کا اسم ہے اور خبر محذوف ہے وہ لی ہے یہ لا نفی جنس کا نہیں ہو سکتا کیونکہ لائے نفی جنس کے اسم پر رفع داخل نہیں ہوتا ہے جب تک دوسرا لا مکرر نہ آ جائے۔ جیسے "لا حول ولا قوۃ" اور شعر میں تکرار نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ "لا" لائے نفی جنس کا نہیں ہے۔

چوتھی بات: اہل حجاز اور بنو تمیم کے درمیان اختلاف:

کہ ما و لا عمل کرتے ہیں یہ اہل حجاز کی بات ہے جو ماقبل میں تفصیل سے گذر چکی ہے۔

بنو تمیم کے نزدیک ما و لا عمل کرتے ہی نہیں وہ کہتے ہیں کہ ما و لا جس طرح پہلے مرفوع تھے تو ما و لا کے داخل ہونے کے بعد بھی مرفوع رہیں گے۔ بنو تمیم کی دو دلیلیں ہیں۔

(۱) عامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک نوع کے ساتھ خاص ہو اور ما و لا ایک نوع کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اسم و فعل دونوں پر داخل ہوتے ہیں۔

(۲) شاعر کا قول ہے۔

ومُهَفْهَفٍ كالغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ   فَاَجَابَ مَا قَتْلُ المُحِبِّ حَرَامٌ

اس شعر میں شاعر نے بھی ما کو عمل نہیں دیا بلکہ حرام مرفوع پڑھا، نصب نہیں پڑھا حالانکہ یہ مشبہ بلیس ہے مگر اس نے اس کو عمل نہیں دیا بلکہ قتل المحب کو مبتدا، اور

ھو امٌّ کو خبر بنا کر مرفوع پڑھا۔

شعر کا ترجمہ: بہت پتلی کمر والے شاخ کی مثل میں نے اس کو کہا کہ تو نسب بیان کر۔

پس اس نے جواب دیا نہیں ہے محب کو قتل کرنا حرام۔

شارحؒ اھل حجازؒ کی تائید میں قرآن پاک سے آیات پیش کرتے ہیں ارشاد باری ہے۔ "ما

ھذا بشراً" اس آیت کریمہ میں بشراً پر نصب ما کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے اور جب ما کا عامل ہونا

ثابت ہو گیا تو لائے کا بھی عامل ہونا ثابت ہو جائے گا کیونکہ جو عامل مانتے ہیں وہ دونوں کو عامل

مانتے ہیں۔

بنو تمیم کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ما و لا کا دخول اسم اور فعل پر علیحدہ علیحدہ

حیثیت سے ہے۔

ما و لا جس اسم پر داخل ہوتے ہیں وہ ما و لا وہ نہیں جو فعل پر داخل ہوتے ہیں اسی

طرح اس کا عکس ہے۔ لہٰذا یہ اپنی اپنی نوع کے ساتھ خاص ہوئے۔

شعر سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شعر میں ھو امٌّ ما کی خبر ہے اس پر نصب

آنا چاہیے لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے اس پر رفع آیا ہے اور منظوم کلام میں ایسا ہوتا ہے۔

<u>نوٹ:</u>

مرفوعات کل آٹھ ہیں لیکن مصنفؒ نے سات ذکر کیے اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن

الحاجبؒ نے کان و اخواتھا کو فاعل میں شمار کیا ہے کیونکہ فاعل مرفوع ہوتا ہے اور ان

افعال کا اسم بھی مرفوع ہوتا ہے لہٰذا یہ دونوں ایک ہی قسم پر ہیں۔ اس لئے ساتھ ذکر کر لئے

باقی نحویوں نے علیحدہ قسم قرار دیا ہے اس لئے انہوں نے آٹھ ذکر کیے ہیں کہ مرفوعات کل

آٹھ ہیں۔

9

27

مباحث ثلاثہ میں سے دوسری قسم منصوبات ہیں۔ منصوبات کو مرفوعات کے بعد اور مجرورات سے پہلے لائے اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مرفوعات اور منصوبات دونوں عامل واحد میں شریک ہیں، دونوں کا عامل فعل ہے۔ جیسے "ضرب زید عمرا" بخلاف مجرورات کے کہ ان کا عامل حروف جارہ ہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ منصوبات بنسبت مجرورات کے کثیر ہیں۔ اور جو چیز کثیر ہو وہ مہتم بالشان ہوتی ہے اور جس کی شان زیادہ ہو اس کو پہلے لایا جاتا ہے۔

منصوبات منصوب کی جمع ہے نہ کہ منصوبۃ کی۔ ھو ضمیر راجع ہے منصوب کی طرف، المراد بالاشتمال سے ان سب کی بحث مرفوعات میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

منصوب کی تعریف:

منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو پھر مفعول ہونے کی علامتیں چار ہیں۔ (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) الف (۴) یاء۔ جیسے "رأیت زیدا ومسلمات ورأیت اباک ومسلمین" زیدا میں فتحہ۔ مسلمات میں کسرہ، اباک میں الف، اور مسلمین میں یاء علامت ہے۔

اسماء منصوبہ کل بارہ ہیں۔

باالاستقراء وجہ الضبط یہ ہے۔

اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ مذکور ہونے میں عام ہے خواہ وہ فعل حقیقۃً پہلے مذکور ہو

۔جیسے "ضربتُ ضرباً" یا حکماً مذکور ہو۔ جیسے " فضربَ الرِّقاب "یا اصل میں

تھا "فاضربوا ضربَ الرِّقابِ" (مارو تم گردنوں کو مارنا) پھر اضربوا کو حذف کر دیا گیا

جو لفظاً محذوف ہوتا ہے وہ حکماً مذکور ہوتا ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ "اَلْمَحْذُوْفُ کَالْمَذْکُوْرِ"۔

بمعناہ: یہ فعل کی ثانی صفت ہے اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم ہو جو فعل

کے معنی پر مشتمل ہے تو بھی گویا کہ فعل مذکور ہے۔ جیسے "زیدٌ ضارِبٌ ضرباً" (زید

مارنے والا ہے مارنا) اس مثال میں "ضرباً" مفعول مطلق ہے اس سے پہلے

"ضربت" فعل مذکور تو نہیں لیکن "ضارِبٌ" ایسا اسم ہے جو فعل کے معنی پر مشتمل

ہے۔ بمعناہ کی قید سے "ضربتہ تادیباً" نکل گیا کیونکہ ضربت فعل ہے وہ تادیباً پر

مشتمل نہیں بلکہ اس کا عین ہے۔ اسی طرح بمعناہ کی قید سے کرھت کراھتاً بھی

نکل گیا کیونکہ کراہت میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے اور فعل

اس پر مشتمل ہے تو یہ مفعول مطلق ہے مفعول بہ نہیں اس وقت کرہت کراہتاً کہا جائے

گا۔ ترجمہ ہوگا (میں نے مکروہ سمجھا مکروہ سمجھنا)۔

(۲) فعل اس پر واقع ہے تو یہ مفعول بہ ہے مفعول مطلق نہیں اس وقت کرہت کراہتی

کہا جائے گا۔ ترجمہ ہوگا (میں نے اپنے کو برا سمجھنے کو برا سمجھا)۔

29

تیسری بات: مفعول مطلق کی قسمیں:

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔
(۱) مفعول مطلق برائے تاکید۔ (۲) مفعول مطلق برائے نوع۔ (۳) مفعول مطلق برائے عدد۔

(۱) پہلی قسم: تاکید کے لئے اس وقت ہوگا جبکہ مفعول مطلق اسی معنی پر دلالت کرے جو معنی فعل مذکور سے سمجھتے ہیں۔ جیسے "ضربتُ ضرباً" مارنے والا معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ضرباً بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہے۔

(۲) دوسری قسم: نوع مفعول مطلق فعل مذکور کی نوعیت پر دلالت کرے جب اس کا مدلول فعل کی کوئی خاص قسم ونوع ہو۔ جیسے "جَلَسْتُ جِلْسَةَ القَارِی" (بیٹھا ہوں میں قاری جیسا بیٹھنا)

(۳) تیسری قسم بیان عدد۔ فعل کتنی بار واقع ہوا ہے یہ اس وقت ہوگا جب یہ عدد پر دلالت کرے۔ جیسے "جلستُ جلسةً" یہاں "جلسةً جلستُ" کے معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ عدد پر بھی دلالت کرتا ہے معنی ہے (میں ایک مرتبہ بیٹھا)

مفعول مطلق کی تین قسموں میں سے پہلی قسم یعنی تاکید وہ تثنیہ وجمع نہیں آتی اس لئے کہ تاکید ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تعدد یعنی گنتی نہیں ہے۔ اور تثنیہ وجمع کے لئے عدد ضروری ہے۔ مفعول مطلق کی باقی دو (۲) قسمیں یعنی نوع وعدد تو اس کا تثنیہ وجمع آئے گا۔ جیسے "جلستُ جلستین وجلساتٍ" بکسر الجیم نوع کے لئے اور بفتح الجیم عدد کے لئے۔

چوتھی بات: مفعول مطلق باعتبار لفظ کے کتنی صورتیں ہیں:

مفعول مطلق کی باعتبار لفظ کے دو (۲) صورتیں ہیں۔ (۱) مفعول مطلق من لفظہ جیسے۔ قولہ تعالیٰ "وکلم اللہ موسیٰ تکلیماً" (۲) مفعول مطلق من غیر لفظہ پھر اس کی

تین قسمیں ہیں۔

(۱) مفعول مطلق اور فعل باب میں شریک ہو لیکن حروف اصلیہ میں ایک نہ ہو جیسے "قعدت جلوساً" میں قعدت فعل کے حروف اصلیہ اور ہیں اور مفعول مطلق جلوساً کے اور ہیں اور باب ایک ہے۔

(۲) مفعول مطلق اور فعل حروف اصلیہ میں شریک ہو لیکن باب الگ الگ ہو۔ جیسے "انبتہ اللہ نباتاً" میں انبت فعل باب افعال سے ہے اور اور نباتاً مفعول مطلق باب نصر سے ہے۔

(۳) مفعول مطلق اور فعل باب اور حروف اصلیہ میں دونوں کے اعتبار سے الگ الگ ہوں۔ جیسے "فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی" اَوْجَسَ فعل کا مادہ اور باب ہے کیونکہ "وَجَسَ" سے ہے اور باب افعال ثلاثی مزید فیہ ہے۔ اور خیفۃً مصدر مفعول مطلق کا حروف اور باب اور ہے۔ کیونکہ اس کا حروف خوف ہے اور باب ثلاثی مجرد کا ہے۔

لیکن ان سب صورتوں میں یہ ضروری ہے۔ کیونکہ مفعول مطلق باعتبار معنی کے کبھی بھی اپنے فعل کے مغایر نہیں ہوگا۔ ورنہ اس کا مفعول مطلق بنانا ہی صحیح نہیں ہوگا۔ امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ معنی میں مغایرت نہیں ہوگی اسی طرح لفظ میں بھی مغایر نہیں ہونا چاہئے وہ کہتے ہیں کہ جہاں ایسا ہوگا تو پھر وہاں فعل مقدر نکالا جائے گا۔ جیسے امثلہ مذکورہ میں "قعدت جلوساً" میں جلوساً سے پہلے جلست نکالیں گے وغیرہ۔

لیکن امام سیبویہ کا مذہب کمزور ہے اللہ کے اس قول سے۔ "لا یضرّو اللہ شیئاً" شیئاً مفعول مطلق ہے اور اپنے فعل "لا یضرّونہ" سے الگ ہے باعتبار مادہ کے۔

پانچویں بات: مفعول مطلق کے فعل ناصب کو کب حذف کرنا ہے؟

وقد یحذف الفعل الناصب المفعول المطلق الخ

جب کوئی قرینہ پایا جائے پھر قرینہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معنویہ حالیہ جیسے اس شخص کو جو سفر سے واپس آئے آپ کہیں خیر مقدم اصل میں عبارت "قدمت قدوماً خیر مقدم"

تھا یہاں مخاطب کو حال کے قرینہ سے "اَوْلاً لَبِثْتُ" کو حذف کیا گیا کیونکہ اس کا آنے والا حال دلالت کرتا ہے کہ یہاں وہ فعل محذوف ہے جو اس کے آنے پر دلالت کرے پھر قدوماً کو حذف کر کے اس کی صفت خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کیا گیا۔ (۲) قرینہ مقالیہ لفظیہ جیسے کسی شخص نے پوچھا "کیف ضربت" اس کے جواب میں آپ کہیں "ضربا شدیدا" یعنی "ضربت ضربا شدیدا" اب یہاں ضربت فعل محذوف ہے اور حذف کا قرینہ سائل کا سوال ہے۔ دونوں مثالیں میں حذف جوازی کی ہیں۔

چھٹی بات کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے۔

واجب کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) سماعی (۲) قیاسی

پہلے ان کی تعریفیں بیان ہوں گی۔ (۱) سماعی کی تعریف: "یُسْمَعُ مِنَ الْعَرَبِ وَلَا یُقَاسُ عَلَیْہِ" اہل عرب سے ایسے ہی سنا گیا کیونکہ اس پر دوسرے قاعدہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۲) قیاسی کی تعریف: "مَا یُسْمَعُ مِنَ الْعَرَبِ وَیُقَاسُ عَلَیْہِ" اہل عرب سے ایسا سنا گیا ہو کہ اس کے لئے کوئی قاعدہ ہو اس کے وجود پر اور مثالوں قیاس کی جائیں۔

(۱) حذف سماعی کی مندرجہ ذیل مثالوں میں اہل عرب نے فعل ناصب کو حذف کر دیا ہے اس لئے ہم بھی حذف کر دیں گے۔ سات مثالیں ہیں۔ (۱) "سقیاً ای سقاک اللہ سقیاً"۔ (۲) "رعیاً ای رعاک اللہ رعیاً"۔ (۳) "خیبۃً ای خاب خیبۃً" (اللہ تیری حفاظت کرے) (۴) "جدعاً ای جدع جدعاً" (ناک کان وغیرہ کا تا جائے کاٹا جانا) (۵) "حمداً ای حمدت حمداً" (۶) "شکراً ای شکرت شکراً" (۷) "عجباً ای عجبت عجباً" ان امثلہ میں مفعول مطلق کے عامل کا استعمال اہل عرب سے نہیں سنا گیا۔

یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ان مثالوں میں یہ مثالیں فعل کے ساتھ بھی استعمال ہوتی ہیں۔ جیسے "حمدت اللہ حمداً یا شکرتہ شکراً" وغیرہ کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ فصحاء کا کلام نہیں۔ اور بعض نے کہا کہ ان مصادر کا استعمال جب لام کے ساتھ ہوتا ہے تو اس وقت فعل کا حذف واجب ہے۔ جیسے "حمداً له شکراً له" وغیرہ۔

اعتراض:

حالانکہ مذکور مثالوں میں لام تو نہیں ہے پھر فعل کو کیوں حذف کیا گیا؟

جواب:

اصل میں لام ان امثلہ میں اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

(۲) مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاساً سات جگہوں میں حذف کرنا واجب ہے۔

(۱) مفعول مطلق مثبت اور نفی یا معنی نفی یعنی انما کے بعد ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول اس اسم کی خبر واقع نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسے "ما انت الا سیراً" نکرہ کی مثال "وما انت الا سیر البرید" معرفہ کی مثال ان دونوں مثالوں میں تسیر فعل محذوف ہے یہ حرف نفی کی مثالیں ہیں۔ مفعول مطلق معنی نفی کے بعد واقع ہو۔ جیسے "وانما انت سیراً" اصل میں تسیر سیراً تھا فعل تیسر کو حذف کر دیا۔

(۲) مفعول مطلق مکرر یعنی دو مرتبہ ذکر ہو۔ جیسے "وزیداً سیراً سیراً" اصل میں "یسیر یسراً" تھا۔

(۳) مفعول اپنے سے پہلے والے مضمون جملہ کی غرض اور فائدہ کا بیان واقع ہو۔ جیسے "فشدوا الوثاق فاما مناً" بعد "واما فداءً" اس میں۔ "شدوا الوثاق" جملہ ہے اس کا مضمون جملہ "شدوا الوثاق" ہے اس کی غرض یا تو منّ ہے یا فداء ہے۔

(۴) مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو یعنی اس کے ساتھ کسی شی کو تشبیہ دی جائے اور وہ افعال جوارح سے صادر ہونے والے افعال میں سے کسی فعل پر دلالت کرے اور وہ جملہ کے بعد ہو اور جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو جو مفعول کے معنی میں ہو۔ جیسے "مررت بزید فاذا له صوت صوت حمار" صوت حمار مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہے له ضمیر کے مرجع مثلاً زید کی آواز کو صوت حمار کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے۔

334

اور افعال جوارح میں سے ہو، کیونکہ آواز منہ سے صادر ہوتی ہے اور لہ صوت جملہ ہے جس کے بعد واقع ہے اور جملہ ایسے اسم (صوت) پر مشتمل ہے جو مفعول مطلق کے معنی میں ہے اس لئے مفعول مطلق یعنی صوت حمار سے پہلے یصوت فعل محذوف ہے۔

دوسری مثال: جیسے "مررت بزید فاذا لہ صراخ صراخ الثکلی" میں صراخ الثکلی سے پہلے "یصرخ" فعل محذوف ہے۔

(۵) مفعول مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ ہو کہ جس جملہ میں مفعول کے معنی کے علاوہ دوسرا احتمال نہ ہو یعنی دونوں کا مفعول ایک ہو یہ تاکید لنفسہ بھی ہے۔ جیسے "علی الف درھم اعترافا" اس میں اعترافا مفعول مطلق ہے۔

(۶) یہ پانچویں جگہ کے برعکس ہے یعنی مفعول کے علاوہ دوسرا احتمال ہو۔ جیسے "زیدٌ قائمٌ حقًا" اصل میں "احق حقًا" تھا یہاں حقًا اپنے ماقبل زید قائم جملہ کا خلاصہ ہے کیونکہ جس طرح حقًا سے صحیح بات سمجھ میں آتی ہے اسی طرح جملہ سے بھی۔

(۷) مفعول مطلق تثنیہ کی (۱) صورت میں ہو یعنی تثنیہ کے معنی میں نہ ہو اور (۲) تکرار و مبالغہ کے لئے ہو اور (۳) وہ تثنیہ کا صیغہ فاعل یا مفعول کی ضمیر کی طرف مضاف ہو۔ جیسے "لبیک وسعدیک" یہ اصل میں "اُلِبّ لک الباببن" اور "اسعدک اسعادین" تھا ان مثالوں میں اُلِبّ اور اسعد فعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔

المفعول بہ ھُوَ ما وقع علیہ فعل الفاعل الخ:

منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ ہے۔ مفعول بہ میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں، (۱) مفعول بہ کی تعریف۔ (۲) عامل المفعول بہ (۳) مفعول بہ کو مقدم کرنا فاعل پر (۴) مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے اور حذف کی قسمیں کتنی ہیں؟ (۵) جوازی کی کتنی قسمیں ہیں اور وجوبی کتنی قسمیں ہیں؟

پہلی بات: مفعول بہ کی تعریف:

مفعول بہ کی تعریف: مفعول بہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو خواہ فعل ثبت ہو جیسے "ضربت زیداً" یا نفی ہو۔ جیسے "ماضربت زیداً" تعریف میں واقع لفظ سے مراد یہ ہے کہ فعل کا فاعل کے ساتھ تعلق ہو اور تعلق سے مراد یہ ہے کہ بغیر واسطہ حرف جر کے۔ اور فاعل سے مراد یہ ہے کہ فاعل حقیقی یا حکمی ہو۔ تاکہ اعتراضات واقع نہ ہو جائیں۔

دوسری بات: مفعول بہ کا عامل کیا ہیں؟

مفعول بہ کے عامل میں چار مذاہب ہیں۔ (۱) بصریین کہتے ہیں کہ مفعول بہ کا عامل فعل اور شبہ فعل ہیں۔ کوفیین میں تین (۳) جماعتیں ہیں۔ (۱) ہشام نحوی کہتے ہیں کہ مفعول بہ کے عامل فاعل ہے۔ (۲) فراء کہتے ہیں کہ مفعول بہ کا عامل فعل اور فاعل دونوں ہیں۔ (۳) احمر کوفی کہتے ہیں کہ مفعول بہ کا عامل مفعولیت ہے۔

تیسری بات: مفعول بہ کو مقدم کرنا فعل پر:

کبھی مفعول بہ عامل پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل عمل میں قوی ہے، لہٰذا معمول مقدم ہو یا موخر ہر صورت میں عمل کریگا۔ جیسے "زیداً ضربت" پھر یہ تقدیم جوازی ہو گی۔ جیسے "الله اعبدو" میں لفظ اللہ مفعول بہ اور اعبدو فعل ہے۔ دوسری مثال وَوَجَهَ الحبيب المعنی میں المعنی فعل ہے اور وجہ الحبیب مفعول بہ ہے یا وجوبا مقدم ہوگا جب استفہام کے معنی کو یا شرط کے معنی متضمن ہو جیسے مثال الاستفہام "مَنْ رأيتَ" مثال الشرط جیسے "مَنْ تُكْرِمْ يُكْرِمْكَ" مفعول بہ کی تقدیم فعل پر اگر اس وقت واجب ہے۔ جب کوئی مانع نہ ہو اگر کوئی مانع ہو تو پھر مفعول بہ کو مقدم کرنا واجب یا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ "مِنَ البرّ أنْ تكفّ لسانك" میں تکف فعل پہلے ہے اور مفعول لسانک بعد میں واقع ہے۔

چوتھی بات: مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے:

حذف کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جوازی (۲) وجوبی

پانچویں بات: جوازی اور وجوبی کی کتنی قسمیں ہیں؟

وقد یحذف الفعل جوازاً الخ حذف جوازی کی پھر دو صورتیں ہیں۔

(۱) قرینہ حالیہ (۲) قرینہ مقالیہ۔

(۱) قرینہ حالیہ کی مثال جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کر کے مکہ کی طرف متوجہ تھا تو آپ اس کو کہیں (مَکّۃ) یہ مفعول بہ ہے اس کا فعل محذوف ہے۔اصل عبارت تھی "اَتُرِیْدُ مَکَّۃَ" (کیا تو ارادہ کرتا ہے مکہ کا) تو مخاطب کے قرینہ حالیہ کی وجہ سے (اتُرِیْدُ فعل ناصب کو حذف کیا گیا۔(۲) قرینہ مقالیہ لفظیہ کی مثال جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جو کہے "مَنْ اَضْرِبُ" (میں کس کو ماروں) تو یہاں زیداً سے پہلے "اِضْرِبْ" صیغہ امر حاضر محذوف ہے۔(مار تو زید کو) اور اس کے حذف کا قرینہ سائل کا سوال ہے جب سوال میں فعل ضرب کا ذکر ہے تو جواب میں بھی فعل ضرب محذوف ہوگا نہ کہ کوئی اور۔

وجوباً فی اربعة مواضع الخ:

مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے اس کی چار جگہیں ہیں۔ایک جگہ سماعی ہے باقی تین جگہیں قیاسی ہیں۔

مصنفؒ نے چار جگہیں بیان کی ہیں۔شارحؒ نے فرمایا کہ ان چار مقامات کی تخصیص کثرت مباحث کی وجہ سے ہے تحدید کے لئے نہیں ہے کیونکہ ان چار مقامات کے علاوہ بھی کچھ مقامات ہیں۔جن میں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے۔جیسے "باب اغراً" میں اخاک اخاک فان من لا اخ له: کساع الی الهیجاء بغیر سلاح۔ یہاں اَلْزِم فعل محذوف ہے اور باب اختصاص میں نداکی صورت میں۔جیسے "اوجونی

ایھا الفتی ربنا اغفر لنا ایتھا الجماعۃ" یہاں اخص فعل محذوف ہے۔

باب الاغراء کی دوسری مثال۔ جیسے "مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ ابراھیم" اس مثال میں "مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ" منصوب علی الاغراء یعنی "اَلْزَمُوْا مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ الزموا فعل مقدر ملۃ ابیکم مفعول بہ ہے۔

اور زجاج کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں۔ اِتَّبِعُوا مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبراھیم۔

اور امام فراء یہ کہتے ہیں کہ منصوب بہ نزع الخافض ہے۔ یعنی "کَمِلَّۃِ ابیکم ابراھیم"۔

سماعی کی چار مثالیں بیان ہوں۔

(۱) پہلی مثال جیسے "اِمْرَاءً وَنَفْسَہٗ" اصل میں "اُتْرُکْ امراءً ونفسہٗ" اس مثال میں امراء مفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب اترک محذوف ہے وجوباً اہل عرب حذف کرتے ہیں تو ہم بھی حذف کریں گے۔

(۲) دوسری مثال۔ "اِنْتَھُوْا خیراً لَّکُمْ" اصل میں "اِنْتَھُوْا عَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصِدُوْا خَیْراً لَّکُمْ" تھا اس مثال میں خیراً مفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب "اقصدوا" محذوف ہے۔ "خیراً انتھوا" کا مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ معنی غلط ہو جاتا ہے۔ معنی یہ ہوگا (کہ رک جاؤ بہتری سے حالانکہ بہتری سے روکنا مقصود نہیں بلکہ تثلیث یعنی تین خدا کہنے سے روکنا مقصود ہے۔

(۳) تیسری مثال۔ "اَھْلاً اصل میں تھا اَتَیْتَ اَھْلاً" (آیا ہے تو اپنے اہل میں) اہل عرب آنے والے مسافر کا استقبال کرتے تھے تو بطور مبارکباد یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اھلاً مفعول بہ ہے اتیت فعل ناصب محذوف ہے۔

(۴) چوتھی مثال "سَھْلاً" اصل میں تھا وطئت سَھْلاً" تھا (اور روندا ہے تو نے نرم زمین کو) اس مثال میں سھلاً مفعول بہ ہے " وَطِئْتَ" فعل محذوف ہے۔

ان تمام مثالوں میں فعل محذوف ہے ہر ایک کو مثال میں ظاہر کر دیا گیا ہے اور حذف پر دلیل صرف سماع ہے۔

چھٹی بات: منادی کی تعریف:

منادی وہ اسم ہے جس کی توجہ ایسے حرف نداء کے ذریعہ مطلوب ہو جو اُدعُو فعل کو حذف کرکے حرف نداء کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو وہ حرف نداء لفظاً مذکور ہو یا تقدیراً۔ جیسے "یا عبداللہ" اصل میں "ادعوا عبداللہ" تھا۔ "ادعوا" فعل کو حذف کیا کثرت الاستعمال کی وجہ سے۔

منادی کی تعریف میں لفظ اقبال ذکر ہے۔ اقبال کے معنی توجہ ہے پھر توجہ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) توجہ بالوجہ (۲) توجہ بالقلب (۳) توجہ حقیقی (۴) توجہ حکمی

توجہ بالوجہ کی تعریف:

توجہ بالوجہ کی تعریف: یہ ہے کہ مخاطب متکلم کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ مخاطب متکلم کی طرف پشت کیئے کھڑا ہو تو اس وقت ندا کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ متکلم کی طرف اپنا چہرہ کرے۔

توجہ بالقلب کی تعریف:

توجہ قلبی یہ ہے کہ مخاطب متکلم کی طرف متوجہ ہو لیکن اندیشہ ہو کہ یہ کسی اور خیال میں

ست ہے۔ بات اچھی طرح نہ سنے گا تو اس وقت ندا کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ متکلم کی طرف

متوجہ ہو جائے۔

توجہ حقیقی کی تعریف:

توجہ حقیقی یہ ہے کہ اگر منادیٰ میں متوجہ ہونے کی صلاحیت ہو یعنی وہ ذوی العقول میں

سے ہو تو وہ توجہ حقیقی ہے۔ جیسے "یا زیدُ، یا رجلُ"

توجہ حکمی کی تعریف:

توجہ حکمی یہ ہے کہ اگر منادیٰ ذوی العقول میں سے نہیں ہے تو پہلے اس کو ذوالعقول کی

جنس سے فرض کیا جائے گا اس کے بعد منادیٰ بنایا جائے گا۔ جیسے "یاسماء یا جبال" وغیرہ

مندوب میں یہ توجہ نہیں ہوتی ہے کیونکہ مندوب میں تفجع ہوتی ہے۔

دوسری بات: منادیٰ کے منصوب ہونے میں مذاہب:

وانتصاب المنادیٰ الخ: منادیٰ کے منصوب ہونے کے بارے میں تین

مذاہب ہیں۔

(۱) سیبویہؒ (۲) امام مبردؒ (۳) ابو علی

(۱) امام سیبویہؒ کہتے ہیں کہ منادیٰ پر نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہے۔

(۲) امام مبردؒ کہتے ہیں کہ منادیٰ پر نصب حرف ندا کی وجہ سے ہے جو "اُدْعُوْ" فعل

کے محذوف کے قائم مقام ہے۔

(۳) ابو علی کہتے ہیں کہ منادیٰ منصوب ہے حرف ندا کی وجہ سے اور حروف النداء

اسمائے افعال کے قبیل سے ہے لیکن مصنفؒ نے امام سیبویہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ

"یا زید" کی اصل "ادعوا زیدا" ہے "ادعُوْ" فعل کو حذف کر دیا گیا ہے اور یہ حذف

واجب ہے کیونکہ کثرت استعمال اس کے لئے قرینہ ہے اور حرف ندا اس کے قائم مقام ہے

اس لئے قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے اس کا حذف واجب ہو گیا۔

وعلی المذاہب کلہا یا زید جملۃ الخ

حرف نداء جس پر داخل ہوتا ہے وہ اپنے مدخول سے مل کر جملہ ہے اور جملہ کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ مسند الیہ اور مسند اور منادیٰ نہ مسند الیہ ہے نہ مسند ہے پھر "یا زید" کس طرح جملہ ہوگا اس کی توجیہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مختلف ہے۔

(۱) سیبویہ کہتے ہیں کہ جملہ کے دونوں جزء یعنی فعل اور فاعل مقدر ہیں "ادعوا" فعل محذوف ہوگا نہ حرف نداء اور منادیٰ داخل ہے جملہ میں۔

(۲) مبرد کے نزدیک حرف ندا فعل کے قائم مقام ہے اور فاعل مقدر ہے۔

(۳) ابوعلی کے نزدیک کوئی جزء مقدر نہیں کیونکہ ان کے نزدیک حرف ندا اسم فعل ہے اس میں ایک ضمیر پوشیدہ ہوگی۔ لہٰذا ایک جزء تو اسم فعل ہو جائے گا۔ اور دوسرا جزء ضمیر پوشیدہ ہے جو فاعل ہے۔

تیسری بات: منادیٰ کے حالات:

اس میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ منادیٰ کے حالات کتنے ہیں تو منادیٰ کے حالات چار ہیں۔ (۱) مرفوع (۲) مجرور (۳) مفتوح (۴) منصوب۔

(۱) منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو اس صورت میں منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ اور رفع کی دو (۲) قسمیں ہیں۔ (۱) رفع بالحرکت (۲) رفع بالحرف۔ مفرد میں رفع بالحرکت ہوگی اور تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ کے ساتھ رفع ہوگا۔ جیسے "یا زید" اس مثال میں زید منادیٰ مفرد اور معرفہ ہے حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ کی مثال تو علامت رفع ضمہ پر مبنی ہے۔ "یا رجلُ" میں رجل مفرد معرفہ ہے کیونکہ حرف ندا کے بعد معرفہ ہے علامت رفع ضمہ پر مبنی ہے۔ یا زیدان علامت رفع الف پر مبنی ہے۔ "یا زیدون" میں علامت رفع واؤ پر مبنی ہے۔

فائدہ: منادیٰ:

منادی مفرد معرفہ مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منادیٰ کاف ضمیر اسمی کی جگہ میں واقع ہے جیسا "یا زید" اصل میں "ادعوک" تھا۔ کاف ضمیر اسمی کی جگہ زید کو رکھا گیا ہے اور کاف ضمیر اسمی کی مشابہت ہے کاف حرفی کے ساتھ اور کاف حرفی حرف ہونے کی وجہ سے مبنی الاصل ہے۔ لہذا منادیٰ بھی مبنی ہوگا۔

(۲) لام استغاثہ جب منادی پر داخل ہوگا تو منادیٰ مجرور ہو جائے گا۔ جیسے "یا لزید" (۱) ایک مُستغاث ہوتا ہے۔ (۲) مُستغاث لہٗ (۳) مُستغیث

مُستغاث جس سے فریاد طلب کی جائے۔ مُستغاث لہٗ جس کے لئے فریاد طلب کی جائے۔ مُستغیث فریاد طلب کرنے والے۔ جیسے "یا لَلقَوْمِ لِلْمَظْلُوْمِ" (اے قوم فریاد رسی کرو مظلوم کی) قوم مستغاث اور مظلوم مستغاث لہ ہے اور متکلم مُستغیث ہے۔

(۳) جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہوگا تو منادی مستغاث مبنی بر فتحہ ہوگا کیونکہ الف چاہتا ہے کہ میرا ماقبل مفتوح ہو۔ جیسے "یا زیداہ" اس مثال میں الف استغاثہ کی وجہ سے منادیٰ مستغاث مبنی بر فتحہ ہے۔

فائدہ:

جب الف استغاثہ آخر میں لاحق ہوگا تو پھر لام استغاثہ شروع میں نہیں آئے گا کیونکہ لام آخر میں جر چاہتا ہے اور الف اپنے ماقبل پر فتحہ چاہتا ہے، تو دونوں کے آخر میں منافات ہے۔ جیسے "یا زیداہ" اس میں الف استغاثہ کی وجہ سے منادیٰ مستغاث مبنی بر فتحہ ہے، آخر میں (ہ) وقف کی ہے۔ لام استغاثہ میں۔ لام تعجب اور لام تہدید یہ دونوں لام استغاثہ کے حکم میں شامل ہیں۔

(۴) منادی مفرد معرفہ اور مستغاث ہے خواہ مستغاث باللام ہو یا مستغاث بالالف ہو۔ ان کے علاوہ باقی صورتوں میں منادی معرب ہوگا اور مفعولیت کی بناء پر نصب آئے گا۔ تو اس کی چار صورتیں مبنی ہیں۔

(۱) منادیٰ مضاف (۲) منادیٰ شبہ مضاف ہو (۳) منادیٰ نکرہ غیر معین ہو (۴) منادیٰ نہ مفرد ہو اور نہ معرفہ ہو۔ جس کو مصنف نے بیان نہیں کیا شارح نے اس کی مثال بیان کی ہے۔

(۱) منادیٰ مضاف کی مثال۔ جیسے "یا عبداللہ" اس مثال میں عبد مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ۔

(۲) منادیٰ شبہ مضاف کی مثال۔ جیسے "یا طالعًا جبلًا" اس مثال میں "طالعًا" شبہ مضاف ہے۔ شبہ مضاف وہ اسم ہے جو مضاف تو نہ ہو لیکن اس کا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تام نہ ہو۔ یہ مضاف کے مشابہ ہے۔ جیسے مضاف کا معنی بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا اس کے معنی بھی بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا۔ جیسے "طالعًا جبلًا" کے بغیر اس کا معنی تام نہیں ہوتا کیونکہ چڑھنے والے کے لئے کوئی جگہ چاہئے جس کا ذکر ضروری ہے۔

(۳) منادیٰ نکرہ غیر معین کی مثال۔ جیسے اندھا آدمی کہے "یا رجلًا خذ بیدی" اس مثال میں رجلًا نداء سے پہلے بھی نکرہ ہے اور نداء کے بعد بھی نکرہ غیر معین ہے کیونکہ نابینا آدمی کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا ہے۔

(۴) منادیٰ نہ مفرد ہو اور نہ معرفہ ہو۔ جیسے "یا حسنًا وجھہٗ ظریفًا" اس مثال میں حسنا مفرد نہیں ہے بلکہ مشابہ مضاف ہے کیونکہ بغیر وجہ کے اس کے معنی پورے نہیں ہوتے۔ اور معرفہ بھی نہیں ہے بلکہ نکرہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ظریفًا نکرہ اس کی صفت ہے اگر حسنا معرفہ ہوتا تو اس کی صفت نکرہ نہ آتی۔

لہٰذا ان سب صورتوں میں منادیٰ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

(۴) توابع المنادیٰ:

منادیٰ کے حالات سے فارغ ہو کر اب منادیٰ کے توابع کا حال بیان کرتے ہیں۔

منادیٰ۔ جیسے مبنی اور معرب ہوتا ہے اسی طرح ان کی توابع بھی مبنی اور معرب ہوتا ہے۔

منادیٰ مبنی کے توابع پہلے بیان ہوں گے پھر بعد میں منادیٰ معرب کے توابع بیان کریں گے۔ اس میں تین (۳) باتیں ہیں۔

پہلی بات:

(۱) جو منادی علامت رفع پر مبنی ہے اس کے توابع جو مفرد ہوں خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً ہو ان پر "ترفع علی لفظہ وتنصب علی محلہ" کا حکم جاری ہوگا اور یہ حکم تمام توابع میں جاری نہیں ہے، اور جن توابع میں یہ حکم جاری ہے ان میں بعض ایسے ہیں کہ جن میں قید ہے اس لیے مصنفؒ اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم تاکید، صفت، عطف بیان میں تو مطلقاً پایا جاتا ہے ان میں کوئی قید نہیں ہے اور اس معطوف میں پایا جاتا ہے جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے۔

لیکن شارحؒ نے جمہور علماء کی اتباع میں تاکید کو معنوی کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ تاکید لفظی اس میں نہیں ہے اس لئے تاکید لفظی کا حکم اکثر استعمال میں وہی ہوتا ہے جو اس کے مؤکد کا ہوتا ہے اگر مؤکد معرب ہے تو تاکید معرب ہوگی اور اگر مؤکد مبنی ہے تو تاکید بھی مبنی ہوگی "ترفع علی لفظہ وتنصب علی محلہ" دونوں حکم اس پر جاری نہ ہوں گے۔ بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ تاکید لفظی پر بھی رفع اور نصب جائز ہے۔

اب حاصل یہ ہوا کہ صفت ہو، یا عطف بیان ہو یا تاکید ہو خواہ معنوی ہو یا لفظی یا معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ ان پر یہ حکم جاری ہوگا ترفع علی اللفظ وتنصب علی محلہ منادی کے لفظ اور محل دونوں کی رعایت کی جائیگی۔ منادی پر لفظاً تو رفع ہے جیسا کہ ظاہر ہے لہٰذا اس کا تابع بھی مرفوع ہوگا اور منادی کے محل کی رعایت یہ ہے منادی مفعول کی جگہ میں واقع ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے اس لئے منادی محلاً منصوب ہوگا اور محل کی رعایت کی بناء پر اس کا تابع بھی منصوب ہوگا۔ منادی کا لفظ کبھی ظاہر ہوتا ہے اس وقت اعراب لفظوں میں آتا ہے جیسے "یا زید" اور کبھی منادی کا لفظ مقدر ہوتا ہے اس وقت اعراب پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے "یا فتی" یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ منادی پر خواہ اعراب لفظی ہو یا تقدیری ہو۔ ہر صورت میں وہ لفظاً مرفوع ہے اس لئے اس کے تابع پر رفع ہوگا اور تابع کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا اس کا لفظ ظاہر ہے تو اعراب لفظی ہوگا اگر مقدر ہے تو اعراب تقدیری ہوگا۔

جیسے "یاتمیم اجمعون و اجمعین" یہ تاکید کی مثال ہے اس میں تمیم کی تاکید میں رفع کی صورت میں اجمعون پڑھا جائے گا اور نصب کی صورت میں اجمعین پڑھا جائے گا صفت کی مثال "یا زید العاقل و العاقل"

مصنفؒ نے تابع کی چار قسموں میں سے صرف صفت کی مثال بیان کی ہے باقیوں کو بیان نہیں فرمائی۔

شارحؒ اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ صفت کا استعمال کثیر ہے اور وہی زیادہ مشہور ہے اس لئے مصنفؒ نے اس کی مثال پر اکتفاء کیا البتہ شارحؒ نے خود بیان کر دیا ہے تاکید اور صفت کی مثال تو گزر چکی ہے۔

عطف بیان کی مثال "یاغلام بشرٌ وبشراً" اس میں بشر غلام کا عطف بیان ہے اس لئے رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ معطوف معرف باللام کی مثال "یا زید الحارث و الحارث" ہے۔

والخلیل فی المعطوف الخ:

اس عبارت میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ امام خلیلؒ استاذ امام سیبویہؒ اور ابوعمرو کے درمیان میں ان دونوں کا مسلک بھی جمہور نحویوں کی طرح ہے یہ بھی منادی مبنی کے توابع مفرد پر رفع علی اللفظ ونصب علی محلہ کے قائل ہیں۔ لیکن ان دونوں میں ترجیح کے اعتبار سے اختلاف ہے وہ بھی ہر تابع میں نہیں صرف معطوف باللام میں۔

امام خلیلؒ ایسے معطوف میں رفع کو اختیار کرتے ہیں نصب کے جواز کے ساتھ۔

اور ابوعمرو نصب کو اختیار کرتے ہیں رفع کے جواز کے ساتھ۔

امام خلیلؒ کی دلیل:

امام خلیلؒ کی دلیل یہ ہے کہ معطوف دراصل مستقل منادی ہے کیونکہ حرف عطف حرف نداء کے قائم مقام ہوتا ہے لیکن یہاں وہ معرف باللام ہے جس کی وجہ سے حرف نداء اس پر داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ الف ولام بھی حرف تعریف ہے اور حرف نداء بھی تو یہ دونوں

جمع نہیں ہو سکتے، بہر حال معطوف معرف باللام پر حرف نداء تو داخل نہ ہو سکے گا اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو مستقل منادی کا درجہ دیا جائے لیکن اس کو اس کے درجے سے بالکل گرا کر خالص تابع کے درجے میں بھی نہ رکھا جائے۔

لہذا اس کی شکل یہی ہے جو ہم نے تجویز کی ہے کہ اس کو مبنی تو نہ قرار دیا جائے بلکہ معرب کر دے لیکن معرب کرنے کے بعد اس کو مرفوع رکھے۔

امام ابو عمروؒ کی دلیل:

امام ابو عمروؒ کی دلیل یہ ہے کہ اتنی تکلفات کی کیوں کوشش کی جا رہی ہے وہ تو خالص تابع ہے اور چونکہ منادی مبنی ہے اور مبنی کا تابع محل کے تابع ہوتا ہے اور منادی مفعول ہونے کی وجہ سے محل کے اعتبار سے منصوب ہے اس لئے معطوف پر نصب آنا چاہئے۔

وابو العباس المبرد ان كان المعطوف المذكور كالحسن فكالخليل والافكابى عمرو الخ.

ابو العباس امام مبردؒ کی کنیت ہے یہ صاحب امام خلیلؒ اور ابو عمروؒ کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ معطوف معرف باللام کا الف لام اگر جدا ہو سکتا ہے تو اس صورت میں خلیلؒ کے مذہب کو ترجیح ہے جیسے "الحسن" کا الف ولام کیونکہ الف ولام کے جدا ہونے کی وجہ سے معطوف کو مستقل منادی بنانا ممکن ہے لہذا مستقل منادی کی رعایت کرتے ہوئے اس میں رفع مختار ہوگا۔

اور اگر الف ولام کلمہ سے جدا نہیں ہو سکتا "الحسن" کا الف ولام کی طرح نہ ہو بلکہ النجم اور الصعق کے الف لام کی طرح ہے۔ تو ابو عمروؒ کے مذہب کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ ایسے معطوف کو مستقل منادی نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے خالص تابع کا حکم ہوگا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ منادی مبنی کا تابع محل کے تابع ہوگا اور منادی کا محل مفعولیت کی بناء پر نصب ہے اس لئے اس کا تابع نصب آئے گا۔

منادی مبنی کے توابع مفردہ وتو اس میں تو رفع علی اللفظ ونصب علی محلہ کی وضاحت تھی۔

دوسری بات: والمضافة تنصب الخ:

(۲) اگر منادیٰ مبنی کے توابع مضاف ہو مضاف سے مراد اضافت معنوی ہے کیونکہ اضافت لفظی مفرد حکمی میں داخل ہے۔

مضاف ہونے کی حالت میں توابع مذکورہ میں نصب ہے کیونکہ اگر یہ توابع منادیٰ ہوتے تو مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتے تو جب منادیٰ کی حالت میں نصب آتی تو توابع ہونے کی حالت میں بدرجہ اَولیٰ نصب آنا چاہئے۔

ان سب کی مثالیں یہ ہیں۔"یاتمیم کُلُّھُم" یہ تاکید کی مثال ہے۔اس مثال میں "کلھم" پر صرف نصب جائز ہے۔صفت کی مثال "یا زیدُ ذالمال" میں "ذالمال" "زید" کی صفت اور نصب اس پر بھی نصب ہی رہے گا۔عطف بیان کی مثال "یا رجل، اخا عبداللہ" اس میں "اخا عبداللہ" عطف بیان ہے جس پر نصب ہی متعین ہے۔معطوف معرف باللام کی مثال نہیں بیان کی کیونکہ معطوف معرف باللام اضافت حقیقی کے طور پر مضاف نہیں ہو سکتی اور یہ حکم ایسے ہی مضاف کا ہے جس میں اضافت حقیقی ہو۔

تیسری بات:

والبدل المعطوف غیر ماذکر حکمہ حکم المنادیٰ الخ

(۳) مصنفؒ نے منادیٰ مبنی کے توابع خمسہ میں سے تاکید، صفت، عطف بیان، معطوف معرف باللام کا حکم ابتک بیان کیا ہے۔اب بدل اور معطوف غیر معرف باللام کا حکم بیان کرتے ہیں۔اگر تابع بدل ہے یا معطوف غیر معرف باللام ہے تو ان دونوں کا حکم ایسا ہے جیسے مستقل منادیٰ کا ہوتا ہے۔

کیونکہ مقصود بنسبت مبدل منہ اور بدل میں بدل ہوتا ہے تو منادیٰ جو مبدل منہ ہے اور تابع جو بدل ہے تو اب دونوں میں تابع جو بدل ہے وہ مقصود ہوا ہے۔تو در حقیقت مقصود بالنداء بدل ہوا اس لئے اس کو منادیٰ قرار دیا جائے گا۔تو جو حکم منادیٰ کا ہونا چاہئے وہ حکم بدل کا ہوگا۔اسی طرح معطوف معرف باللام نہیں ہے۔تو اس پر حرف نداء داخل ہو سکتا ہے